ہماری بُت پرستیاں

از

جوش ملسیانی

(جانشین داغ دہلوی)

تمہید

اپریل ۱۹۳۶ء کے رسالہ نگار (لکھنؤ) میں جب میرا مضمون (ہماری بت پرستیاں) شائع ہوا تو سید اختر علی صاحب تلہری اور سید اولاد حیدر فوق بلگرامی ایسے ارباب مذہب و قلم نے "الواعظ" (لکھنؤ) مورخہ ۲۴ ر اپریل ۱۹۳۶ء اور یکم جون ۱۹۳۶ء میں اس پر تبصرہ فرمایا اور بعض حصوں کی داد بھی دی، مگر افسوس ہے کہ ان مقالات سے نہ میرا قلب مطمئن ہو سکا اور نہ میرے عقائد میں کوئی تبدیلی پیدا ہو سکی، مگر ان مقالات کی وجہ سے بہت سی تاریخی کتابوں کے مطالعہ کا موقع مل گیا اور جب یقین و صحت کے ساتھ دماغ اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ مروجہ طریقہ عزاداری یا تو ہمارے تھکے ہوئے دماغوں کی پیداوار ہے یا ملکی ماحول کا نتیجہ ہے، یا قاچاریوں کی تمثیل پرستی کی اندھا دھند تقلید ہے اور یا عادل شاہیوں کی گمراہیوں کی تاسّی ہے تو باوجود گوناگوں مصروفیتوں کے اس مضمون کو پھیلانا پڑا۔ افسوس ہے کہ بعض وجوہ کی بنا پر پورے پندرہ سال تک یہ مسودہ کتب خانہ کی الماریوں میں پڑا رہا اور میری زندگی کی الجھنوں اور درباری مصروفیتوں نے اس کو حافظہ سے بھی بہت کچھ نکال دیا

جب "مشاہدات" قلمبند کرنے کے لئے فرصت ملی اور کتب خانہ کی الماریوں کا جائزہ لیا تو یہ مسودہ سامنے آیا اور خیال آیا کیوں نہ جناب تلہری اور جناب فوق کے گراں قدر مقالات کے ساتھ کتابی صورت میں اسے شائع کر دیا جائے تاکہ ارباب نظر

تمہید

تمہید

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

لب و لہجہ میں ارشاد فرماتے ہیں :-

اس میں شک نہیں کہ بہت سی باتیں عزاداری کے سلسلہ میں ایسی رائج ہو گئی ہیں جن کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ عزاداری پر کیا موقوف ہے ہماری معاشرت کے جتنے شعبے ہیں ان میں مختلف گوشوں سے مفاسد داخل ہو گئے ہیں تاہم اس صورت میں ہمارا یہ فرض نہیں ہے کہ پسندیدہ یا غیر پسندیدہ امور میں امتیاز کئے بغیر اصل شے ہی کی جڑوں پر تیشے چلائیں۔ اس کا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ برائیوں کے استیصال کے ساتھ ساتھ اچھائیوں سے دست کش ہو جانا پڑے گا۔ جو رسوم نہ صرف اپنی افادیت ہی زائل کر چکے ہیں بلکہ قومی کالبد میں زہر پھیلا رہے ہیں ان کا استیصال وقت کی اولین ضرورت ہے لیکن تخریبی جوش میں وہ طرز عمل اختیار کرنا قرین صواب نہیں ہو سکتا جس پر بعد کو پچھتانا پڑے۔ ہماری عزاداری نے بہت سی ایسی چیزیں اپنے میں سمیٹ لی ہیں جنھیں قطعاً پسندیدہ نہیں کہا جا سکتا لیکن جہاں تک نفس علم اور تعزیہ کا تعلق ہے اسے کسی معقول استدلال سے بدعت پرستی ثابت نہیں کیا جا سکتا۔"

علم و تعزیہ و دلدل وغیرہ کی حقیقت کو بتلاتے ہوئے پروفیسر طہری حسب ذیل رقم طراز ہیں

تعزیہ یا علم کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس کے سامنے سر تسلیم جھکایا جائے یا یہ سمجھا جاوے کہ اس میں کچھ ایسی قوتیں موجود ہیں جو ہماری حاجتوں کو پورا کر سکتی ہیں اس قسم کی چیزوں کو جو اہمیت حاصل ہے وہ صرف یہ ہے کہ ان سے بعض اہم واقعات کی یاد تازہ ہو جاتی ہے مثلاً علم دیکھ کر ہمارے دل میں اس علم کا خطور پیدا ہو جاتا ہے جو معرکہ کربلا میں حسینی بے مثل انسان اور عباس سے جلیل القدر رسالت کی ذات سے وابستہ ہے اسے دیکھ کر ہمیں وہ تمام قربانیاں، فداکاریاں، جانبازیاں اور سرفروشیاں یاد

ضعف خیال واستدلال کو دکھلا یا بتلا یا اور سمجھایا ہے، اصل مضمون زیر تبصرہ کے دو حصے کئے گئے ہیں پہلا حصہ وہ ہے جس سے ہمارے فاضل ناقد کو بڑی حد تک اتفاق ہے اور جس میں مقصد شہادت کی حکیمانہ توضیح گریہ وبکا کا حقیقی فلسفہ بیان فرمانے کے بعد، صرف گریہ وبکا ہی کو مقصد شہادت سمجھ لینے کی عام غلط فہمی بتلائی گئی ہے اور آخر میں اسوۂ حسینی کے حصول وتعمیل کی تعلیم وتاکید فرمائی گئی ہے، مضمون زیر تبصرہ کے دوسرے حصے کے متعلق فاضل معاصر پروفیسر ظہری صاحب رقم طراز ہیں:۔

"اس کے بعد جناب ہوش نے تعزیہ، علم اور ذوالجناح کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ میری ناقص رائے میں نظر ثانی کے محتاج ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر ان رسوم کے تمام اطراف وجوانب پر غور کی نظر ڈالی جائے گی تو جناب ہوش کے مندرجہ ذیل خیالات سے اتفاق مشکل ہے (ہوش صاحب کی عبارت کا خلاصہ) میں اپنے ایمانی بھائیوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تعزیہ اور قبر پرستی کی حد میں بت پرستی سے نہیں مل جاتیں..... اے صاحبان توحید، اے آفریدگار واحد کے پرستارو! یہ لکڑی اور کپڑے کے اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے کھلونوں اور مٹی کے ڈھیروں کے سامنے ستایش اور فروتنی کیسی؛ میرے ایمان کے نزدیک تو اسلامی ضمیر کو اس پر شرم آنی چاہئے...... جب معمولی ٹٹوؤں کو دلدل اور ذوالجناح کا مرتبہ دے کر سڑکوں پر پھرایا جاتا ہوگا تو خدارا غور کیجیے کہ ملت حقہ کے دل پر کیا گذرتی ہوگی۔"

پروفیسر ظہری صاحب نے بڑی قابلیت اور جامعیت سے ان تمام توہمات اور ضعیف خیالات کا تفصیلی اور تنقیدی جواب قلمبند فرمایا ہے جو ہوش صاحب کو علم تعزیہ ودلدل ذوالجناح سامان عزاداری کے متعلق پیدا ہوئے تھے پروفیسر صاحب نہایت مہذبانہ

وہ ضمیر جو معبود حقیقی کی پرستش کے سوا کسی غیر اللہ کے آستانہ پر سر جھکانا پسند نہیں کر سکتا، وہ ضمیر جو صرف خدائے واحد کی . . . کو زندگی کا اصل مقصد سمجھتا ہے، یقیناً تعلیم یافتہ مسلمان تعزیہ و علم کو خدا نہیں سمجھتے ہیں مگر عوام ان کے توسّل سے عقدہ کشائی کے ضرور آرزومند رہتے ہیں اور ان کا گمراہ ضمیر ان سے وہ صفات خداوندی منسوب کرنے میں تامل نہیں کرتا جو صرف خدا کے لئے مخصوص ہیں۔ اولاد ان سے مانگی جاتی ہے، شوہر کے التفات ان سے طلب کئے جاتے ہیں، بچوں کی زندگی بیماروں کی صحت اور مالی پریشانیوں سے نجات ان سے چاہی جاتی ہے، اس میں شک نہیں کہ ایمان ہم کو رسول اور آلِ رسول ہی سے ملا ہے، خدا کو ہم نے انھیں کے ذریعہ سے پہچانا ہے، توحید کے اسرار انھیں نے ہمیں بتائے ہیں لیکن یہ تو سوچئے کہ انھوں نے ہماری زندگی کی اصلاح کے لئے کیا طریقے اختیار کئے، ہمارے ذہن و دماغ سے اوہام کیوں کر مٹائے اور معبودانِ باطل سے چھڑا کر صرف ایک خدا سے رشتہ جوڑنا کس طرح بتایا، صرف یہ کہہ کر کہ :-

"انا بشر مثلکم"

یعنی تم کہیں وہ صفات میری ذات سے منسوب نہ کر دینا جو صرف خداوند حقیقی کیلئے مخصوص ہیں لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ باوجود دعویٰ توحید و حق پرستی کے ہم وہ سب کچھ کر رہے ہیں جو حریفِ اسلام ہے، دشمنِ توحید ہے، تمام تعلیمات نبوی کے منافی ہے اور اس پر بوالعجبی یہ کہ ہم یقین بھی کرتے ہیں کہ ان کی ارواحِ مقدسہ ہمارے ان اعمال سے خوش ہوتی ہوں گی، میں جب یہ سوچتا ہوں تو میرا دل ہل جاتا ہے کہ ہم ان سیاہ کاریوں کو اپنے دامن میں لے کر انھیں کیا منہ دکھائیں گے جنھیں زبان سے تو ہمیشہ اپنا آقا اور مولا کہا اور دل سے کبھی نہ جانا کہ ان کی تعلیمات اور ان کا اسوۂ حسنہ کس چیز سے عبارت تھا حیف!

کرنے کی التجا کرنا، میرے نزدیک اسلام کی توہین اور شیعیت کی تذلیل ہے۔

دیکھا ہو نہ وہ نام! اور وہ دن تھے جب فخری اکتساب سعادت کے لئے داخل حسنات سمجھا جاتی تھی یہی مقصد اگر اب بھی ہو تو اس کی خوبی سے کس کو انکار ہو سکتا ہے لیکن اب تو مسلمانوں کا وہ حامل توحید گروہ جن کی جبینیں صرف بارگاہ صمدیت کے لئے وقف تھیں اب ہر کس و ناکس کے آستانہ پر جھکتا رہتا ہے، وہ دل جو حریم الٰہی سمجھا گیا تھا اب نہ جانے کن کن معائب و معاصی کا مسکن ہے

غرض اب یہ حشو و زوائد مذہب کے اجزائے ترکیبی بن کر رہ گئے ہیں اور یہی بڑا اسلام کے نام لیوا (شیعہ ہو یا سنی) سب زندہ ہیں۔ افسوس اس کا ہے کہ اپنے منہ سے تو علمبردار توحید ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن عمل کے لحاظ سے کام کرتے ہیں ایسے جو قرآن، احادیث اور اسوۂ اہل بیت کے یکسر منافی ہیں۔

اس وقت تمام اسلامی فرقوں میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو بہ لحاظ عمل و کردار اسلام اور تعلیم اسلامی سے دور کی بھی نسبت رکھتا ہو اور اسی لئے مسلمان رفعت کے بلند کنگرہ سے گر کر پستی کے عمیق غاروں میں کھو گئے ہیں پھر سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ یہ توہمات ان کے دل و دماغ میں اتنے زمانہ سے پرورش پا رہے ہیں کہ اب ان کی مضبوط جڑیں جا ئے نہیں ہلتیں۔ ان کے خلاف لب کشائی گویا طعن و تشنیع کا ہدف بننا ہے۔

کاش دین حنیف کے پیرو غور کریں کہ واقعی اسلام کی حقیقت کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سوال جس قدر پیچیدہ بنا دیا گیا ہے اس قدر پیچیدہ نہیں ہے۔ اسلام نام ہے توحید ربانی کے اقرار کا، اللہ کی بھیجی ہوئی ... ... ماننے کا ... ... بندوں کی تفہیم و پیروی کا جو نبی نوع کی ... بنائی کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اسی کو رسالت مآب نے

ان مراسم کو رام لیلا کے سوانگ سے تعبیر کر رہا ہے۔ یہاں کا مضحکہ اڑاتے ہیں تو اس میں بُرا ماننے در تمہ۔ یوں بھڑ بل ڈالنے کی کیا ضرورت ہے، کیا میرے برادرانِ ملت اس سے انکار کر سکیں گے کہ عقائد کا یہ غلو خواہ کیسے ہی حسنِ نیت پر مبنی ہی، اسلام کی تعلیمات سے اس کو کوئی دور کا بھی تعلق ہو سکتا ہے۔ وہ اسلام جسے قرآن نے سمجھایا، وہ اسلام جسے احادیثِ صحیحہ نے پھیلایا اور وہ اسلام جسے ائمۂ اہلِ بیت نے عملی طور پر پیش کیا۔

اُنھوں نے خدا کو منوانے کے لئے جانیں دی تھیں ہم تعزیوں کے لئے انسانی قربانی کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اُنھوں نے توحید کے لئے دنیا بھر کی مصیبتیں اُٹھائی تھیں، ہم تعزیہ، علم اور مزاروں کے پجاری بنے ہوئے ہیں، اُن کا حق و صداقت شعار تھا، ہمارا دنیا طلبی و دہر پرستی، وہاں ابن ملجم جیسے شقی کی پیاس کو اپنی پیاس پر مقدم سمجھا جاتا تھا، ہم اپنے جذبات کی پیاس بجھانے کے لئے انسانیت کا خون پینے پر تیار ہیں، وہاں عنتر جیسے دیو ہیکل کو قبضہ میں آنے کے بعد چھوڑ دیا جاتا تھا اور ہم ایک دوسرے کو ذبح کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں! اگر آپ فی الواقع اُسی کے پیرو ہیں جو اماموں کا امام ہے، جو فرزند رسولؐ، جو فاطمہؑ کا لاڈلا، جو علیؑ کا لختِ جگر، جو جوانانِ جنت کا سردار اور محبوبِ خدا ہے تو بسم اللہ اُٹھیے اور اپنے گھرانے کی تعلیم کو تازہ کیجئے، حق و صداقت کے میدان میں اپنے عمل اور اپنی موحدانہ سیرت سے دنیا کو وہ درس دیجئے جو آپ کے مولا نے دیا تھا اور آپ کو ورثتاً پہنچا ہے، تعلیماتِ حسینیؑ کی تبلیغ سے باطل کی تاریکیوں کو دور کیجئے، ذلیل و سخیف رسوم سے اہلِ دنیا کو بچائیے، و حسینؑ کے اسوۂ حسنہ کو دنیا کے اس سرے سے اُس سرے تک پہنچا دیجئے ورنہ صرف رو لینا، تعزیہ داری کے رسوم کا پابند ہو جانا، اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزوں کے سامنے سر جھکانا اور مٹی کے ڈھیروں کو صنم خانہ بنا کر دنیوی اغراض کو پورا

ان خیالات میں ایک اور تازیانہ لگا دیا ذرا اُسے بھی سُن لیجئے :-

"بلاشبہ اسلام ایک نفیس ترین مذہب ہے لیکن اگر میں مسلمان بننا چاہوں تو مجھے سب سے پہلے یہ عقدہ حل کرنا ہوگا کہ شیعہ بنوں یا سُنی، قادیانی، بوہرہ یا خداکو۔ مسلمان مختلف فرقوں میں اس طرح تقسیم ہوگئے ہیں کہ ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر کہتا ہے، میں جانتا ہوں کہ جس جوش سے تعزیوں اور قبروں کو پوجا جاتا ہے اگر میں وہ جوش ظاہر نہ کرسکا تو مجھے وہابی کہہ کر اسلام سے خارج کردیا جائے گا۔

دوسروں کو مسلمان بنانے سے پہلے مسلمانوں کو چاہیئے کہ خود مسلمان بن جائیں اور اپنی اندرونی تفریق دور کریں۔"

آپ نے دیکھا یہ الفاظ اُس شخص کی زبان سے ادا ہوئے ہیں جس کی طرف ہندوستان کی تقریباً ہر قوم کی نظریں لگی ہوئی ہیں اور جس سے ملک کے ایک کثیرالافراد طبقے کی تقدیریں وابستہ ہیں ڈاکٹر امبیڈکر چھوت چھات اور انسانی تفریق کی بنا پر اپنے قدیم مذہب سے بیزار ہیں اور اپنی سوشل حیثیت کی ترقی اور تعمیر کے لئے چاہتے ہیں کہ ایسا مذہب اختیار کریں جو انھیں نوع بشری میں برابر کی سطح پر رکھ سکے، قدرتی طور پر ان کی نظر پہلے اسلام کی طرف اُٹھنی چاہیئے تھی کیوں کہ اسلام نہ صرف ان کا قدیم پڑوسی ہے بلکہ اس کی قرآنی تعلیم ان کے مرض کا علاج بھی کرسکتی ہے اور ان کو انسانیت کی صف میں مساوات کا درجہ بھی دے سکتی ہے لیکن جب اُنھوں نے خود مسلمانوں میں وہی اختلافات دیکھے اور وہی فقدانِ توحید پایا جس کی بنا پر انھیں اپنے مذہب سے شکایت ہے تو ان کو مجبوراً کہنا پڑا۔

"دوسروں کو مسلمان بنانے سے پہلے مسلمانوں کو چاہیئے کہ خود مسلمان بن جائیں"

مسلمانوں کے لئے اس سے بڑھ کر شرمناک بات اور کون سی ہوسکتی ہے کہ دنیا انھیں مسلمان

ذہن نشین کرایا اسی کو خلیفۂ رسولؐ نے پیش کیا اور اسی کو حسینؑ کی شہادت نے سمجھایا لیکن اب
کچھ بھٹکیوں نے اسے ایک مسئلہ [illegible] ہے کہ آج عالم [illegible] اس کا مضحکہ اڑا رہی ہیں۔

کیا قرآن کا نعرہ ذکر اور صبر، شہید [illegible] تھا کہ [illegible] غم میں حسینؑ کی جماعت و امام باطل
کا شکار ہو جائے؟ کیا حسینؑ کی شہادت عظمیٰ [illegible] مجاہدینِ حق کی نسلیں حق و
باطل میں امتیاز نہ کر سکیں؟ ان کے ضمیر منیر میں تو خدائے واحد کے سوا کسی اور کا تصور بھی نہ تھا۔
انہوں نے تو صرف ایک خدا کے سامنے سرِ عبودیت جھکانے کی تعلیم دی تھی۔ خدا کا گھر اپنی
پرستاری کے لئے نہیں بلکہ خدا کی پرستش کے لئے۔ [illegible] اس کے جواب میں غالباً
صرف ایک نصیری فرقہ ہی کو پیش کر دینا کافی ہوگا جس نے اپنے غلو سے علیؑ، رسولؐ [illegible] سب کی
توہین کر کے اسلام کو بت پرستی کی حد تک پہنچا دیا۔

یاد رکھیئے کہ باطل کی قوتیں ہمارے خلاف اجتماعی محاذ تیار کر چکی ہیں اور ہمیں صفحۂ
ہستی سے مٹا دینے کے لئے تیار ہیں اگر ہم اب بھی نہ سنبھلے تو یاد رکھیئے کہ حق کی شکست کے ذمہ دار
ہمیں ہوں گے! اسلام آپ سے صرف حسنِ عمل کا طالب ہے اور اس اعتماد نفس کا [illegible]
کو خدا کے سوا ساری فانی قوتوں سے بے نیاز کر دیتا ہے، ثابت قدمی کے ساتھ اس راستہ پر
جم جائیے۔ آپ اگر حسینؑ کی شہادت کو لا اِلٰہ کی [illegible] سمجھتے ہیں، آپ اگر حکیم مطلق کے دستور قرآنی
کو اپنا رہنما سمجھتے ہیں تو اپنے قول و عمل سے ثابت کر دیجئے کہ ہم صرف خدا کے ماننے والے
ہیں رسولؐ کی رسالت [illegible] علیؑ کی شجاعت و بسالت پر جان چھڑکنے والے
ہیں اور سید الشہداءؑ کی تعلیمات کو [illegible] زندگی کا نصب العین [illegible] بقیہ رسم و رواج
ذہنِ انسانی کا ایک مشرکانہ [illegible] ہے اور قرآنی تعلیمات کا مضحکہ!!

میں یہاں تک لکھ چکا تھا کہ ڈاکٹر [illegible] ایک [illegible] لمبری نظر سے گزری جس نے

نہایت احترام سے رکھی جاتی ہے اور محراب و منبر کی زینت بھی ہوتی ہے۔ نہ اس کو کوئی سمجھتا اور نہ اس کو کوئی کھولتا ہے، رہ گئے رسالت مآب کے ارشادات سو اُن پر حاشیہ چڑھا چڑھا کر نہ معلوم انھیں کہاں سے کیا بنا دیا، جس کا نتیجہ ہے کہ آج سنی اور شیعہ مسلمان پیغمبر اسلام کے اسلام سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔

یقین کیجئے کہ ہم اب بھی بیدار نہ ہوئے اور قرآنی تعلیم پر ہمارا ایمان قائم نہ ہوا صحیح ارشادات نبوی کو نہ سمجھ سکے۔ علی کی صداقت کی پیروی نہ کر سکے، حسینؑ کی شہادت سے سبق نہ لے سکے تو قہر خداوندی ہم پر نازل ہو کر رہے گا اور عذاب الہٰی کا کوئی جھونکا ہمیں خس و خاشاک کی طرح اُڑا لے جائے گا اور ہماری کفر آفرینیاں ہمیں اس طرح مٹا کر رہیں گی کہ شاید آنے والی نسلیں ہمارا پتہ بھی نہ لگا سکیں۔

خدا وہ وقت نہ لائے!

(نگار لکھنؤ اپریل ۱۹۳۷ء)

بھی نہیں سمجھتی میرے قلب تشنہ نشتر چبھو رہے ہیں، عرقِ انفعال میں ڈوبا جا رہا ہوں اور سوچتا ہوں کہ مسلمانوں کو یہ توفیق کب ہوگی کہ وہ ان تفریقوں کو دور کر سکیں گے اور فرقہ وارانہ ذہنیت کو مٹا سکیں گے مسلم ہی کے لفظ سے قرآن نے ہمیں مخاطب کیا ہے، اس کے ہوتے ہوئے انسانی دماغ کے اجتہادات ناقص ہی نہیں میرے عقیدے کے لحاظ سے ٹھکرا دینے کے قابل ہیں کیونکہ وہ صرف مسلمان ہی تھے جنہوں نے ساری کائنات کو اپنے سایہ میں لے کر اخوت و مساوات کی تعلیم دی تھی اور اغیار کو انصار بنا لیا تھا مگر افسوس کہ وہ تعلیم آج ٹکڑوں میں منتشر ہو کر ذرات ہبا بانی کی طرح پریشان ہو گئی ہر چند ہمارا دعویٰ یہی ہے کہ :-

"اسلام بہترین مذہب ہے"

لیکن ہمارا عمل بتاتا ہے کہ خدائی تعلیم کو بھول کر ہم اسلام کو رسوا اور بدنام کر رہے ہیں کوئی قبر پرستی کی دعوت دے رہا ہے اور کوئی تعزیہ وعلم کی پرستش میں کھویا ہوا ہے۔

غور کیجئے جو بات ہمارے سمجھنے کی تھی اس کو دوسروں نے آخر پا ہی لیا۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے اسلام کو تو سمجھا لیکن ہمارے عمل کو دیکھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہونے سے احتراز کر رہے ہیں، اگر مسلمان واقعی مسلمان ہوتے تو آج دنیا اُن کی طرف بیتابانہ دوڑتی مگر رونا تو اس کا ہے کہ ہمارے اعمال اور افعال نے ہم کو مسلمان بھی نہ رہنے دیا جس کی وجہ سے ہم تباہی کے اس آخری زینہ پر بے سہارا کھڑے ہوئے ہیں کہ اب گرے اور تب گرے۔"

اب سے پہلے نہ معلوم کتنی قومیں اپنے اعمال ہی کی بدولت نذرِ گردش ہو چکی تھیں اور اب بھی حالت سنی شیعہ مسلمانوں کی ہے جن کی خدائی کتاب کھلی جزدانوں کے اندر

جناب ہوش کے مذکورہ بالا مقالہ کے دو حصے کیے جا سکتے ہیں۔ پہلے حصے میں لائق مضمون نگار نے مقصدِ شہادت کی حکیمانہ توضیح کی ہے، جناب موصوف نے اس سلسلہ میں جس متین عنوان سے اظہار خیال کیا ہے وہ ان لوگوں کے لئے قابلِ غور ہے جو اس شہادت کی اہمیت کے منکر ہیں یا پھر اس شہادت کے مقصد کو ملکی قرار دینے پر مصر ہیں۔

ہوش صاحب فرماتے ہیں:۔

"جنھوں نے تاریخ کی ورق گردانی کی ہے اور اس کے صحیح نتائج کو اخذ کر سکے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یورپ و ایشیا کے بڑے بڑے صاحبان فکر نے کربلا کے اس ذبح عظیم کو دنیا کا عظیم الشان واقعہ مانا ہے اور چند تنگ نظروں کو چھوڑ کر سب متفق اللفظ ہیں کہ یہ جانگداز اور روح فرسا واقعہ اپنی نوع کا ایک ہی واقعہ تھا، جو سیاسیات، ذاتیات اور نزاع مالی و ملکی سے بالکل دور صرف حق و صداقت کی حمایت میں پیش آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ امام مظلوم نے اپنی قربانی سے نہ صرف اسلام کی صداقت پر مہر دوام ثبت فرما دی بلکہ ساری دنیا کو دکھا دیا کہ دیکھو معرفت ربانی اس کا نام ہے، شیوۂ تسلیم و رضا اس کو کہتے ہیں، اور صداقت و حقانیت کی آزمائش میں ثابت قدمی کا یہ مفہوم ہے۔

وہ جان بوجھ کر چلے، سوچ سمجھ کر روانہ ہوئے اور صرف اُن کو ہمراہ رکھا جنھیں قدرت نے اس سعادت کبریٰ کے لئے ازل ہی میں نامزد کر دیا تھا۔ حسین کے پیش نظر صرف یہ مقصد تھا کہ اسلام کا قصر نو تعمیر کہیں پھر حسد جاہلیت کی باطل پرستیوں سے ڈھل جائے اس لئے مشیت ایزدی نے چاہا کہ باطل پرستوں کو دکھا دیا جائے کہ توحید کس کو کہتے ہیں رسالت کا مقصد کیا ہے۔ امامت کے فرائض کیوں کر ادا ہوتے ہیں؟

"یہ تھی شہادت اور یہ تھا مقصد شہادت۔"

جناب ہوش بلگرامی کے عزاداری کے متعلق

چند خیالات

سید اختر علی صاحب تلہری پروفیسر جوبلی کالج لکھنؤ

جناب ہوش بلگرامی ہماری قوم کے ایک مقتدر اور باحواس ادیب ہیں اور موافق اور مخالف آپ کے زورِ قلم کا لوہا مانے ہوئے ہیں۔ آپ جس موضوع کے متعلق اظہار خیال فرماتے ہیں، غور و فکر کی ذمہ داریاں ملحوظ رکھتے ہوئے، حال میں آپ کا ایک گراں قدر مقالہ اپریل ۱۹۳۷ء کے نگار میں "ہماری بت پرستیاں" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔

موضوع کا اہم ہونا اور پھر ایک ذی ہوش ادیب کے قلم کی جولانیاں ناممکن تھا کہ اسے غور سے نہ پڑھا جاتا۔

ابتدا ہی میں اس امر کا اعتراف ضروری ہے کہ جناب ہوش نے اپنے خیالات کا اظہار جس اخلاقی جرأت کے ساتھ کیا ہے وہ قابل ستائش ہے۔

یہ لازمی نہیں ہے کہ لائق مقالہ نگار کے تمام خیالات سے اتفاق کیا جائے لیکن میرے لئے یہ امر نہایت ہی باعث مسرت ہے کہ اس مضمون میں حریتِ فکر اور جرأتِ اظہار خیال کے آثار پورے طور سے نمایاں ہیں۔ جو ارباب دانش سوچتے کچھ ہیں اور لکھتے کچھ ہیں وہ علم و مذہب کے خطرناک دشمن ہیں۔

متعلق تیزی سے اب بدل رہی ہے اور قوم کا وہ طبقہ جو کچھ سوچ سکتا ہے انہیں مائل بہ ارتقا خیالات کا معتقد ہوتا جاتا ہے

بہر حال ہوش صاحب نے اس سلسلہ میں جو کچھ فرمایا ہے وہ اپنے ادیبانہ اسلوب نگارش اور فکر و غور کی متانت کے لحاظ سے اس کا مستحق ہے کہ اس کا کچھ حصہ یہاں درج کردیا جائے، فرماتے ہیں :۔

رفتہ رفتہ دنیا جس قدر حق و صداقت سے دور ہوتی گئی اسی قدر اصل مقصد سے بُعد ہوتا چلا گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ آج شہادت کی رسم صرف گریہ و بکا ہی سمجھی جاتی ہے اور اس کی بے اندازہ برکتیں طاق نسیاں کی نذر ہو کر رہ گئی ہیں حالانکہ یہ تو ایک ایسا واقعہ ہے کہ جس نے نبوت کی تکمیل کی، جس نے توحید کی بنیادوں کو استوار کیا اور ہمیں جہل و باطل اور فسق و فجور کی تاریکیوں سے نکالا تاکہ ہم اپنے کو عرفانِ حق اور احساسِ صداقت کا اہل ثابت کریں اور خدا کی راہ میں اس والہانہ سرفروشی کا ثبوت دیں حسینؑ کا پیغام ہے کہ باطل کے آگے پیشانیاں نہ جھکاؤ، ہجوم باطل کا مردانہ وار مقابلہ کرو، صداقت کے لئے جان و مال قربان کردو، ایمان و حق پر ثابت رہو اور وہ سب کچھ کرو جس سے خدا کی خدائی باقی رہے اور انسانیت ذلیل نہ ہو لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم نے عملی طور پر اس اسوۂ حسنہ کی پیروی کی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے اور جب ہمارا ایمان اس درجہ نحیف و کمزور اور ہمارے عادت و اخلاق اس قدر انسانیت سوز ہیں تو للہ مجھے بتائیے کہ واقعۂ شہادت جیسے ذبح عظیم پر آپ کو رونے اور اسے اپنے سے متعلق کرنے کا کیا حق ہے؟

فاضل مقالہ نگار کے مضمون کے یہ وہ اجزا تھے جن سے مجھے بڑی حد تک اتفاق ہو

اس واقعۂ شہادت کے تذکرے کے سلسلے میں آنکھوں سے جو آنسو گرتے ہیں اُن کے متعلق
ہوش صاحب کا یہ ارشاد ہے :۔

"رونا رولانا ایک فطری چیز ہے انسان جب غیروں کے دُکھ درد سے متاثر ہوئے
بغیر نہیں رہ سکتا تو ایسے ایمان پیکر آقا کی بے کسی اور مظلومیت پر کیوں کر خاموش رہ سکتا
ہے، مجلس عزا کا بانی علم النفس کے اس راز سے واقف تھا کہ اگر کربلا کے واقعات کو بار بار
دُہرایا جائے گا تو حسین مظلوم کی تعلیم ہمیشہ حافظوں میں باقی رہے گی اور ان کے خدائی
کارنامے حیات ابدی پا سکیں گے. بظاہر تو رونا ہے مگر یہی آنسو ایمان کو تازہ رکھتے ہیں"

گریہ وبکا کا جو فلسفہ ہوش صاحب نے ارشاد کیا ہے اُس سے ایک طرف تو اُن
دشمنانِ فطرت قسی القلبوں کا جواب ہو جاتا ہے جو واقعۂ شہادت کے سلسلہ میں گریہ وبکا
کو بہر حال ممنوع قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں کیونکہ جو رونا بظاہر رونا مگر ایمان کو تازہ کرنیوالا
ہو اس کی مخالفت شیوۂ ارباب ایمان نہیں ہو سکتا اور دوسری طرف مجالس عزا کے منعقد
کرنے کی ضرورت کا بھی حکیمانہ عنوان سے اثبات ہو جاتا ہے، ان بصیرت افروز ارشادات
کے بعد جناب ہوش نے گریہ وبکا کے سلسلہ میں اس اہم پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے کہ
اس شہادت کا مقصد صرف رونا رولانا ہی نہیں سمجھ لینا چاہئے.

اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عرصے سے اس مسئلہ میں ہمارا قومی رجحان عملی حیثیت سے
صرف رونا رولانا ہی ہو گیا ہے.

میں خود بھی اس مسئلہ کے متعلق سرفرازہ میں مسلسل محرم نمبر کے سلسلہ میں اس غلط رجحان کی
بلا خوف لومتہ لائم اصلاح کی سعی کرتا رہا ہوں۔

محترم مقالہ نگار کو یہ معلوم کرکے نہایت خوشی ہو گی کہ ہماری قومی ذہنیت اس مسئلہ کے

L1958

قرین صواب نہیں ہو سکتا [illegible] بدقسمتی سے ہماری عزاداری نے بہت سی ایسی
چیزیں اپنے میں سمیٹ لی ہیں جنھیں قطعاً پسندیدہ نہیں کہا جا سکتا لیکن جہاں تک نفس علم اور
تعزیہ کا تعلق ہے اُسے کسی معقول استدلال کے ذریعہ بت پرستی ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

تعزیہ یا علم کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اُن کے سامنے سر جھکایا جائے یا یہ سمجھا جائے
کہ اُن میں کچھ ایسی قوتیں موجود ہیں جو ہماری حاجتوں کو پورا کر سکتی ہیں اس قسم کی چیزوں
کو جو اہمیت حاصل ہے وہ صرف یہ کہ بعض اہم تاریخی واقعات کی یاد تازہ ہوتی ہے۔
علم دیکھ کر ہمارے دل میں اُس علم کا خیال ہوتا ہے جو معرکۂ کربلا میں حسین سے متعلق
انسانیت [illegible] عباس نے جلیل القدر [illegible] سعادت کی [illegible] سے وابستہ ہے اسے دیکھ کر ہمیں
وہ تمام قربانیاں [illegible] جانبازیاں، سرفروشیاں یاد آجاتی ہیں جو فوج حسینی کے
علمدار سے اُس کے سایہ میں اُس کے نام سے ظہور پذیر ہوئی تھیں [illegible] تعزیات کا خطور
نفسی حیثیت [illegible] منجر ہو سکتا ہے [illegible] ایک سنجیدہ شخص
چشم پوشی نہیں کر سکتا اگر ہماری بے حسی [illegible] صحیح مطمح نظر کا فقدان ہمیں ان مفید اثرات سے
متاثر نہیں ہونے دیتا تو صحیح نصب العین [illegible] ان اُمور کی واقعی قدر و قیمت کو برابر سامنے رکھ کر
اس جمود کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

تعزیہ اور دلدل وغیرہ بھی اسی قبیل کی یادگاریں ہیں [illegible] کی حکمیات غرض و
غایت صرف اتنی ہے کہ شہادت حسین کا [illegible] ہماری آنکھوں
کے سامنے آجاتا ہے اور زندگی کے [illegible] متاثر کرتا ہے۔

اگر شہادت حسین کا [illegible] اس کے تذکرہ میں یہ صلاحیت ہے کہ ہمارے
[illegible] تو ہم [illegible] کوئی وجہ نہیں ہے کہ [illegible] اگر قوم [illegible]

لیکن اس کے بعد جناب موشی نے تعزیہ [illegible] کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ میری ناقص رائے میں نظرثانی کے محتاج ہیں۔

میرا خیال ہے کہ اگر ان رسوم کے تمام اطراف و جوانب پر غور کیا جائے تو [illegible] جناب موشی کے مندرجہ بالا [illegible] ہے۔

میں اپنے ایمانی بھائیوں سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا تعزیہ اور علم اور قبر پرستی کی حدیں بت پرستی سے ملتی نہیں پاتیں [illegible] اے صاحبانِ توحید! اے آفریدگار [illegible] اور کپڑے کے اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے کھلونوں اور مٹی کے ڈھیر کے سامنے پرستش اور فروتنی کیسی [illegible] کے نزدیک تو اسلامی ضمیر کو [illegible] شرم آنی چاہیئے۔

جب معمولی ٹٹو [illegible] ذوالجناح کا مرتبہ دے کر سڑکوں پر پھرایا جاتا ہوگا تو خدا را غور کیجیے کہ ملت حقہ کے دل پر کیا گذرتی ہوگی۔

اس میں شک نہیں کہ تعزیہ داری کے سلسلہ میں بہت سی ایسی باتیں رائج ہوگئی ہیں جن کی اصلاح کی ضرورت ہے تعزیہ داری پر کیا موقوف ہے ہماری معاشرت کے جتنے شعبے ہیں ان میں مختلف گوشوں سے مفاسد داخل ہوگئے ہیں تاہم اس صورت میں ہمارا یہ فرض نہیں ہے کہ پسندیدہ اور غیر پسندیدہ امور میں امتیاز کیے بغیر اصل شے ہی کی جڑ پر خواہ وہ کتنی ہی مفید کیوں نہ ہوں تیشے چلا دیں اس کا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ برائیوں کے استیصال کے ساتھ ہی ساتھ اچھائیوں سے بھی ہمیں دست کش ہونا پڑے گا۔

جو رسوم نہ صرف اپنی افادیت زائل کر چکے ہیں بلکہ قوم کے لئے مضر ثابت ہو رہے ہیں ان کا استیصال وقت کی اولین ضرورت ہے لیکن تجدد ہی کے جوش میں وہ طرزِ عمل اختیار کر لینا

میں اس وقت تک نہیں لایا جا سکتا جب تک کہ یہ نہ ثابت کر دیا جائے کہ اس احترام کے پس منظر میں غیر خدا کو خدا سمجھنے کا عقیدہ کارفرما ہے، یہ بالکل صحیح ہے کہ یہ چیزیں اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی ہیں اور بانس کی تیلیوں اور کاغذ وغیرہ کے سوا اس میں کچھ نہیں ہے لیکن ان چیزوں کے اجتماع سے انھیں جو یادگار کی نوعیت حاصل ہو گئی ہے اور جس سے ہمارے نفسی پہلو متاثر ہو رہے ہیں ان کی اہمیت کو کیوں نظرانداز کیا جا رہا ہے؟

خانۂ کعبہ میں چونے اور گارے کے سوا اور کیا ہے؟ اسے بھی انسانی ہاتھوں نے تیار کیا ہے، سب سے بڑی چیز تو خود حجر اسود ہے، آخر وہ بھی تو پتھر ہے، ان چیزوں کا احترام کیوں بت پرستی کے تحت میں نہیں آتا؟ پتھر ہونے کی وجہ سے ان کے ڈانڈے تو اور زیادہ بت پرستی سے مل جاتے ہیں۔

اگر ہم ان چیزوں کے احترام کو ان کے اینٹ پتھر، چونا اور گارا ہونے کی وجہ سے بت پرستی نہیں سمجھتے تو پھر کسی چیز کا بانس کا غذ اور تیلیوں سے مرکب ہونا اور ہمارا اس کا احترام کرنا کیوں کر بت پرستی ہو سکتا ہے۔ ہر سال عید الضحیٰ میں قربانی کی جاتی ہے، ہزاروں گایوں بکروں کے گلے پر چھری چل جاتی ہے، اگر اس قربانی کے معنوی پہلوؤں سے قطع نظر کر لی جائے تو کیا یہ وحشیانہ فعل نہیں معلوم ہو گا کیا بے دردانہ طور سے جانداروں پر ہر سال چھری پھیرنا عقلی طور سے پسندیدہ فعل اس وقت تک ثابت کیا جا سکتا ہے جب تک باطنی پہلو سامنے نہ رکھے جائیں یہی حالت ان تمام چیزوں کی ہے۔

اسی طرح ان چیزوں کو ان کے جدید ہونے کی وجہ سے بھی قبیح نہیں ثابت کیا جا سکتا ہر نئی چیز کو بدعت کے ماتحت لے کر حرام قرار دینا دہ فرسودہ عنوان استدلال ہے جسے حکمانہ تجدد پسندی ایک لمحہ کے لئے بھی روا نہیں رکھ سکتی

کے لئے وہ تمام پہلو نہ اختیار کئے جائیں جن میں فی نفسہ کوئی عقلی قباحت موجود نہیں ہے اور ہمارے مقصد کو پورا کرنے میں مدد و معاون ہو سکتے ہیں۔

بت پرستی کا صحیح معیار یہ ہے کہ ہم کسی غیر خدا کو حقیقی معنوں میں خدا قرار دے لیں یا پھر جو خدا کی خاص صفات ہیں اسے ان کا حامل سمجھ لیں اگر کسی غیر خدا کے متعلق ہماری ذہنیت اس قدر پست ہو جائے گی تو بہت ممکن ہے کہ اس کے نتیجہ میں بھی ہمارے سر اس کے سامنے عبادت کے لئے جھک جائیں، ہم اس کے سامنے سجدہ کناں نظر آئیں لیکن اس سجدہ کے پس منظر (BACK GROUND) میں غیر خدا کو خدا سمجھنے کا جب تک تخیل موجود نہ ہوگا تو اس سجدہ کو بت پرستی نہیں کہا جا سکتا، اگرچہ یہ ممکن ہے کہ دوسرے وجوہ سے اسے قبیح قرار دیا جائے۔ باری عزّ و جلّ نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ حضرت آدم کو سجدہ کریں۔

ظاہر ہے کہ یہ سجدہ بت پرستی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ بت پرستی کا خدا حکم نہیں دے سکتا حقیقت یہ ہے کہ اس سجدہ کے پس منظر میں بھی غیر خدا کو خدا یا اس کے مخصوص صفات کے حامل ہونے کا تخیل موجود نہیں تھا، اس لئے اس کی نوعیت بالکل ہی بدلی ہوئی ہے۔

تعزیہ اور علم اور ذوالجناح کے احترام کی بھی یہی صورت ہے عامی سے عامی شیعہ ان کو خدا یا مخصوص صفات خدا کا حامل نہیں سمجھتا، یہ چیزیں تو کجا ان ذوات کو بھی جن سے یہ چیزیں وابستہ ہیں، کوئی شیعہ خدا یا مخصوص صفات خدا کا حامل نہیں سمجھتا ان کا احترام ضرور کرتا ہے مگر اسے قابل اعتراض کسی صحیح منطق کی بنا پر نہیں کہا جا سکتا، اول تو ان چیزوں کو محض اس وجہ سے کہ وہ ایک واقعہ کی یادگاریں ہیں احترام کا حق حاصل ہو جاتا ہے اور اگر بعض مقامات پر احترام کی صورتوں میں اعتدال سے تجاوز نظر آئے تو وہ دوسری حیثیتوں سے قابل اعتراض ہو سکے گا لیکن اس غیر معتدل احترام کو بھی بت پرستی کے تحت

جناب ہوش بلگرامی کے چند خیالات کے متعلق

چند تنقیدی انکشافات

([illegible])

انجمن [illegible] کی اشاعت مورخہ ۲۲ اپریل میں ہمارے قدیم کرم فرما سید اختر علی صاحب تلہری پروفیسر جوبلی کالج لکھنؤ کا ایک مضمون "جناب ہوش بلگرامی کے عزاداری کے متعلق چند خیالات" کے عنوان سے میری نظر قاصر سے بھی گذرا، اصل میں یہ ہوش صاحب بلگرامی کے [illegible] مضمون کا نقد و تبصرہ ہے جو نگار کی اشاعت اپریل میں شائع ہو چکا ہے۔ فاضل ناقد نے اپنے نقد و تبصرہ میں ہوش صاحب کے اصل مضمون کے [illegible] اضمحلال خیال و استدلال کے دونوں پہلوؤں کو اسی متانت [illegible] حقیقت نگاری کے ڈوبے ہوئے الفاظ [illegible] کھلایا بتلایا [illegible] سمجھایا ہے جو تنقید و تحقیق [illegible] ناقد اور تبصرہ کنندہ کا فرض اولین ہونا چاہئے یعنی صداقت [illegible] دیانت داری کے ثبوت میں ہوش صاحب کے رشحات قلم کے [illegible] پیش کرنے [illegible] ہمارے فاضل معاصر تلہری صاحب کو [illegible] مختصر [illegible] سکی اہمیت، ضرورت اور افادیت پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ [illegible] اختلافی مضامین میں فاضل تلہری صاحب نے نہایت شائستگی کے ساتھ [illegible] نگار کے

ہر وہ نئی چیز جو [illegible] ثابت [illegible] حاصل ہو اس عقلی [illegible] بدعت کے حربے سے توڑا نہیں جا سکتا۔

اس کا میں قطعی طور سے طرفدار ہوں کہ [illegible] امور کے متعلق ہمارے [illegible] حائل ہو گئے ہیں اس [illegible] کی پوری سعی کی جائے

اس [illegible] کے حاصل کرنے کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ ان کی صحیح حیثیت ہر وقت سامنے رکھی جائے۔

عزاداری [illegible] تمام باتوں کو [illegible] چاہئے جو عوام کی ذہنیت کو مسخ اور ان میں غلط تخیلات اور اوہام کی پرورش کرتی ہیں

یہ بالکل سچ ہے کہ اسلام غلط تخیلات اور اوہام کا حامی نہیں ہے بلکہ وہ اپنے عقیدت مندوں کو اسلامی حریتِ فکر کا حامل اور بوسیدگیِ نظر و پرستاریِ اوہام کا دشمن بنانا چاہتا ہے [illegible] صحیح اسلامی جذبہ کی نشوونما میں [illegible] ہم سب کا فرض ہے ہمیں اپنے خیالات [illegible] صحیح عقائد [illegible] سانچہ میں ڈھال لینا چاہئے [illegible] اس [illegible] اکثر مجدد کار کیا کہتے ہیں یا کوئی دوسرا نامور شخص کیا کہتا ہے، ان سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں [illegible] معتقدات [illegible] بے تکلف قبول نہیں کی جا سکتیں [illegible] نوبت پہنچ گئی ہے تو ضروری ہے کہ ہم [illegible] کے خیال کی پیروی کریں۔ ہمیں خود اپنے مقام پر اس مسئلہ کے متعلق اسلامی تعلیمات کی روشنی میں غور کر کے فیصلہ کرنا چاہئے

نوٹ:- جناب ہوش کے گران قدر مقالہ کے آخر میں مدیر نگار [illegible] نوٹ لکھا ہے [illegible] ہیں مگر اس وقت ان سے بحث کرنے کا وقت نہیں ہے

لب ولہجہ میں ارشاد فرماتے ہیں :-

اس میں شک نہیں کہ بہت سی باتیں عزاداری کے سلسلہ میں ایسی رائج ہو گئی ہیں جن کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ عزاداری پر کیا موقوف ہے ہماری معاشرت کے جتنے شعبے ہیں ان میں مختلف گوشوں سے مفاسد داخل ہو گئے ہیں تاہم اس صورت میں ہمارا یہ فرض نہیں ہے کہ پسندیدہ یا غیر پسندیدہ امور میں امتیاز کئے بغیر اصل شے ہی کی جڑوں پر تیشے چلائیں۔ اس کا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ برائیوں کے استیصال کے ساتھ ساتھ اچھائیوں سے دست کش ہو جانا پڑے گا، جو رسوم نہ صرف اپنی افادیت ہی زائل کر چکے ہیں بلکہ قومی کالبد میں زہر پھیلا رہے ہیں ان کا استیصال وقت کی اولین ضرورت ہے لیکن تحزبی جوش میں وہ طرز عمل اختیار کرنا قرین صواب نہیں ہو سکتا جس پر بعد کو پچھتانا پڑے۔ ہماری عزاداری نے بہت سی ایسی چیزیں اپنے میں سمیٹ لی ہیں جنھیں قطعاً پسندیدہ نہیں کہا جا سکتا لیکن جہاں تک نفس علم اور تعزیہ کا تعلق ہے اسے کسی معقول استدلال سے بدعت پرستی ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

علم و تعزیہ و دلدل وغیرہ کی حقیقت کو بتلاتے ہوئے پروفیسر مطہری حسب منشا رقم طراز ہیں

تعزیہ یا علم کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس کے سامنے سر نیاز جھکایا جائے یا یہ سمجھا جاوے کہ اس میں کچھ ایسی قوتیں موجود ہیں جو ہماری حاجتوں کو پورا کر سکتی ہیں اس قسم کی چیزوں کو جو اہمیت حاصل ہے وہ صرف یہ ہے کہ ان سے بعض اہم واقعات کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ مثلاً علم دیکھ کر ہمارے دل میں اس علم کا خطور پیدا ہو جاتا ہے جو معرکہ کربلا میں حسینی بے مثل انسان اور عباس سے جلیل القدر رسا ونت کی ذات سے وابستہ ہے اسے دیکھ کر ہمیں وہ تمام قربانیاں، فداکاریاں، جانبازیاں اور سرفروشیاں یاد

ضعف خیال و استدلال کو دکھلا یا بتلایا اور سمجھایا ہے، اصل مضمون زیر تبصرہ کے دو حصے کئے گئے ہیں۔ پہلا حصہ وہ ہے جس سے ہمارے فاضل ناقد کو بڑی حد تک اتفاق ہے اور جس میں مقصد شہادت کی حکیمانہ توضیح، گریہ و بکا کا حقیقی فلسفہ بیان فرمانے کے بعد، صرف گریہ و بکا ہی کو مقصد شہادت سمجھ لینے کی عام غلط فہمی بتلائی گئی ہے اور آخر میں اسوۂ حسینی کے حصول و تعمیل کی تعلیم و تاکید فرمائی گئی ہے، مضمون زیر تبصرہ کے دوسرے حصے کے متعلق فاضل معاصر پروفیسر ظہری صاحب رقم طراز ہیں:۔

"اس کے بعد جناب ہوش نے تعزیہ، علم اور ذوالجناح کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ میری ناقص رائے میں نظر ثانی کے محتاج ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر ان رسوم کے تمام اطراف و جوانب پر غور کی نظر ڈالی جائے گی تو جناب ہوش کے مندرجہ ذیل خیالات سے اتفاق مشکل ہے (ہوش صاحب کی عبارت کا خلاصہ) میں اپنے ایمانی بھائیوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تعزیہ اور قبر پرستی کی حدیں بت پرستی سے نہیں مل جاتیں..... اے صاحبان توحید، اے آفریدگار واحد کے پرستارو! یہ لکڑی اور کپڑے کے اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے کھلونوں اور مٹی کے ڈھیروں کے سامنے ستایش اور فروتنی کیسی؛ میرے ایمان کے نزدیک تو اسلامی ضمیر کو اس پر شرم آنی چاہئے...... جب معمولی ٹٹوؤں کو دلدل اور ذوالجناح کا مرتبہ دے کر سڑکوں پر پھرایا جاتا ہوگا تو خدارا غور کیجئے کہ ملت حقہ کے دل پر کیا گذرتی ہوگی۔"

پروفیسر ظہری صاحب نے بڑی قابلیت اور جامعیت سے ان تمام توہمات اور ضعیف خیالات کا تفصیلی اور تنقیدی جواب قلمبند فرمایا ہے جو ہوش صاحب کو علم، تعزیہ، ذوالجناح ..... کے متعلق پیدا ہوئے تھے پروفیسر صاحب نہایت مہذبانہ

بُت پرستی کا حکم نہیں دے سکتا حقیقت یہ ہے کہ اس سجدہ کے پس منظر میں بھی غیر خدا کو خدا کا یا اس کے مخصوص صفات کا حامل ہونے کا تخیل موجود نہیں تھا اس لئے اس کی نوعیت ہی بالکل بدلی ہوئی ہے۔"

(اول تو کوئی شیعہ تعزیہ علم اور ذوالجناح کے آگے سجدہ کرتا نہیں۔ ہاں ان کا احترام کرتا ہے) تو تعزیہ علم اور ذوالجناح کے احترام کی بھی یہی صورت ہے، عامی سے عامی شیعہ بھی ان کو خدا یا مخصوص صفات خدا کا حامل نہیں سمجھتا۔ یہ چیزیں تو کجا اُن ذوات مقدسہ کو بھی جن سے یہ چیزیں وابستہ ہیں کوئی شیعہ خدا یا مخصوص صفات خدا کا حامل نہیں سمجھتا اُن کا احترام ضرور کرتا ہے مگر اسے قابل اعتراض کسی صحیح منطق کی بنا پر نہیں کہا جا سکتا۔ اول تو ان چیزوں کو محض اس وجہ سے کہ وہ ایک اہم واقعہ کی یادگار ہیں اس احترام کا حق حاصل ہو جاتا ہے (جیسا کہ ہر ملک و قوم اور ہر طبقہ کے لوگوں کے روایات قدیمہ اور دستور خصوصی بتلا رہے ہیں) اور اگر بعض مقامات پر احترام کی صورتوں میں اعتدال سے تجاوز نظر آئے تو وہ دوسری حیثیتوں سے قابل اعتراض ہو سکتا ہے لیکن اس غیر معتدل احترام کو بھی بت پرستی کے تحت میں اس وقت تک نہیں لایا جا سکتا جب تک کہ یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ اس احترام کے پس منظر میں غیر خدا کو خدا سمجھنے کا عقیدہ کار فرما ہے۔"

یہ بالکل صحیح ہے کہ یہ چیزیں اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی ہیں۔ بانس کی تیلیوں اور کاغذ کے سوا اس میں کچھ بھی نہیں ہے لیکن ان چیزوں کے اجتماع سے انہیں یادگار ہونے کی نوعیت حاصل ہو گئی ہے جس سے ہمارے نفسی پہلو متاثر ہو رہے ہیں تو اس کی اہمیت کو کیوں کر نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

آجاتی ہیں جو فوجِ حسینی کے علمدار سے اس کے سایہ میں ظہور پذیر ہوئیں، آمد۔۔ ۔ دلدل وغیرہ بھی اسی قبیل کی یادگاریں ہیں"

ان امور کی حکیمانہ غرض و غایت صرف اتنی ہے کہ شہادت حسینی کا واقعہ مختلف مادی و غیر مادی عنوانات سے ہماری آنکھوں کے سامنے آتا رہے اور ہماری زندگی کے مختلف پہلوؤں کو متاثر کرتا رہے۔ اگر شہادت حسین کوئی اہم چیز ہے جس کی اہمیت کو خود ہوش صاحب اپنے اسی مضمون کے اول حصے میں تسلیم کر چکے ہیں اور اس کے تذکرہ میں یہ صلاحیت ہے کہ ہمارے دل و دماغ کے تمام ریشوں کو متحرک کردے (یہ بھی ہوش صاحب کے مسلمات سے ہے) جب تو ہمیں اسوۂ حسنہ حسینی کی تقلید و تاسی اختیار کرنے کی تاکید شدید فرمائی گئی ہے، تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس کی یادگار قائم کرنے میں وہ تمام پہلو نہ اختیار کئے جائیں جن میں فی نفسہ کوئی عقلی قباحت موجود ہے۔"

بت پرستی کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر ظہری صاحب ارشاد فرماتے ہیں:۔

"بت پرستی کا صحیح معیار یہ ہے کہ ہم کسی غیر خدا کو حقیقی معنوں میں خدا قرار دے لیں، یا جو خدا کے خاص صفات ہیں اُسے اُس کا حامل سمجھ لیں۔ اگر کسی غیر خدا کے متعلق ہماری ذہنیت فاسد ہو جائے گی تو بہت ممکن ہے کہ اس کے نتیجہ میں ہمارے سر اس کے سامنے عبادت کے لئے جھک جائیں اور ہم اس کے سامنے سجدہ کناں نظر آئیں لیکن اس سجدہ کے پس منظر (BACK GROUND) میں غیر خدا کو خدا سمجھنے کا جب تک تخیل موجود نہ ہوگا تو اس سجدہ کو بت پرستی نہیں کہا جائے گا، اگرچہ یہ ممکن ہے کہ کسی دوسری وجہ سے اسے قبیح قرار دیا جائے باری عز و جل نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ حضرت آدم کو سجدہ کریں۔ ظاہر ہے کہ یہ سجدہ بت پرستی نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ خدا

خداوند عالم نے شعائر اللہ (خدا کی نشانیوں) کی تعظیم کے متعلق ارشاد فرمایا ہے

ومن یعظم شعائر اللہ فانہا تقوی القلوب	اور جو تعظیم کرے اللہ کی نامزد چیزوں
لکم فیہا منافع الی اجل مسمی ثم محلہا الی	کی ۔۔۔ پرہیزگاری سے ہے تم کو
بیت العتیق	ان چیزوں میں فائدے ہیں ایک وقت مقرر
(سورۂ حج، رکوع ۴۰۔ آخر)	تک پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ قدیم گھر کی طرف ہے

شرح:۔ مطلب یہ ہے کہ قلوب کی پرہیزگاری کا منشا یہ ہے کہ ان چیزوں کی تعظیم کی جائے یعنی ان کے متعلق احکام خداوندی کا لحاظ رہے جو اللہ کی نامزد ہیں۔ مثلاً قربانی کے جانوروں کو راستہ میں نہ لوٹ لو (۲) موٹے، فربہ، بیش قیمت، خوبصورت، ہر عیب سے سالم جانور ذبح کرنے کو لاؤ (۳) ہاں اگر ضرورت یا مجبوری کے وقت ان پر سوار ہو جاؤ یا ان کا دودھ پی لو تو کوئی مضائقہ نہیں (۴) پھر ان کو حد حرم میں لا کر ذبح کرو۔

(ترجمہ عاشق علی صاحب میرٹھی، مطبوعہ ۔۔۔۔۔۔)

ہمارے فاضل پروفیسر تلہری صاحب نے اپنے مذکورۂ بالا استدلال میں قربانی کی مراسم اور مناسک حج میں خاص طور پر داخل ہونے سے پوری بحث کی ہے اس کو ہم احکام قرآنی کی روشنی میں پوری وضاحت سے ۔۔۔۔۔۔ کا یہ حصہ بالکل قرآن ۔۔۔ سے مستنبط ہے اصل آیت مع شرح کے ۔۔۔ ہو چکی ہے اُس سے حسب ذیل نتیجے مترتب ہوتے ہیں۔

(۱) قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ (خدا کی نشانیوں) میں داخل ہیں۔ (۲) ان کا احترام ہم پر لازم ہے (۳) ۔۔۔۔۔۔ عقیدت قلبی کا معیار قرار دیا گیا ہے (۴) یہ معیار ایک وقت خاص یعنی ایام حج کے خاتمہ تک معین ہے۔

خانۂ کعبہ میں چونے، درگارے کے سوا اور کیا ہے؟ اسے بھی انسانی ہاتھوں نے تیار کیا ہے۔ بہت بڑی چیز تو حجرِ اسود ہے، آخر وہ بھی تو پتھر ہے۔ ان چیزوں کا احترام کیوں بت پرستی کے تحت میں نہیں آتا، پتھر ہونے کی وجہ سے ان کے ڈانڈے تو اور زیادہ بت پرستی سے مل جاتے ہیں اگر ہم ان چیزوں کے احترام، ان کے اینٹ، پتھر چونا اور گارا ہونے کی وجہ سے بت پرستی نہیں سمجھتے تو پھر کسی چیز کا بانس کا غذ اور تیلیوں سے مرکب ہونا اور ہمارا اس کا احترام کرنا کیوں کر بت پرستی ہو سکتا ہے، اس کے علاوہ ہر سال عید الضحےٰ میں قربانی کی جاتی ہے اگر اس قربانی کے معنوی پہلوؤں سے قطع نظر کرلی جائے تو کیا یہ وحشیانہ فعل نہیں معلوم ہوگا؟ کیا یہ بیدردانہ طور سے جانداروں پر ہر سال چھری پھیرنا عقلی طور سے پسندیدہ فعل اس وقت تک ثابت کیا جا سکتا ہے جب تک کہ باطنی پہلو سامنے نہ رکھے جائیں؟ یہی حالت ان تمام چیزوں کی ہے۔"

حقیقت امر یہ ہے کہ مضمون زیرِ بحث کے تنقیدی اور تحقیقی دونوں پہلوؤں کو ہمارے فاضل معاصر پروفیسر ظہری صاحب نے اس شرح و بسط سے بتلا دیا اور سمجھا دیا ہے کہ پھر اس میں کسی اضافہ وغیرہ کی مطلق ضرورت نہیں ہے لیکن اگر ہمارے ہوش صاحب ہمارے لائق پروفیسر صاحب کے انکشافات تنقیدی کو ان کے نظریۂ خاص یا ان کے استدلال کو غیر مفید یا بلا اسناد سمجھ کر نظر انداز فرما دیں تو ہوش صاحب کی اس غلط فہمی کو رفع کر دینے کی غرض سے، مجھ کو ایک مردِ خواہ مخواہ بن کر قلم اٹھانے کی جسارت ہوئی۔ لا الہ الا اللہ میں پروفیسر صاحب کے مقالات تنقیدی کو اُن کا محض نظریہ نہیں سمجھتا۔ بلکہ اس کو قرآن و احادیث سے مستنبط و مستخرج جانتا ہوں، تفصیلاً عرض ہے۔

بھی داخل ہیں۔ خدا فرماتا ہے

ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ (بقرہ رکوع ۱۸) صفا و مروہ بھی خدا کی نشانیوں میں ہیں

شعائر اللہ کی تعظیم کے حکم عمومی کو پیش نظر رکھتے ہوئے صفا و مروہ ان پہاڑوں کا بھی جو حقیقت اور اصلیت میں پتھروں کے دو بڑے بڑے ٹیلے ہیں احترام واجب کیا گیا ہے۔

ان آیات کے مطالب و مقاصد سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ تمام اشیاء مذکورہ بالا کا حکم تعظیم، تکریم اور تحریم محض اضافی ہے اس لئے کہ ان تمام چیزوں کی مضاف الیہ خدائے سبحانہ کی ذات اقدس ہے جس کی طرف یہ چیزیں منسوب و مضاف ہیں اس سے معلوم ہو گیا کہ اصلاً یہ تعظیم و تحریم نسبتی کسی پر عظمت و جلال ہستی یا دنیا کے کسی قدیم و عظیم ترین واقعہ سے نسبت خاص رکھتی ہے۔ اس مثال سے ہم خود بھی سمجھ جائیں گے اور دوسروں کو بھی بخوبی سمجھا سکیں گے کہ ان تمام اشیا کی تعظیم یا احترام ان اشیا کی ذات خاص کا احترام نہیں ہے بلکہ اصلاً یا حقیقتاً اُن ذوات مقدسہ و ان واقعات مہمہ کا احترام ہے جن کی طرف یہ منسوب کئے جاتے ہیں، یہی مدعائے خاص ہے آدم کے سجدے سے لے کر اس وقت تک کے ہمارے تمام مراسم تعظیم و احترام کا جن کا حکم قرآن پاک سے مستنبط اور حدیث رسول سے مستخرج ہے۔ اس حقیقت کو بھی قرآن مجید نے ان الفاظ میں پورے طور سے واضح فرمایا ہے

لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن اللہ کے پاس نہ ان کے گوشت پہونچتے ہیں

ینالہ التقویٰ منکم (حج) نہ ان کے خون لیکن اس کے پاس پہنچتا ہے تمہارا تقویٰ۔

شرح:۔ حج کی رسم اسلام سے پہلے بھی تھی مگر اس میں کفار نے بہت سی بے ہودہ باتیں اور شرک کے گندے طریقے داخل کر دئیے تھے منجملہ ان کے ایک یہ بھی تھا کہ جب قربانی کرتے تھے تو بیت اللہ پر گوشت بکھیرتے اور خون سے لیپتے تھے، اسلام نے [illegible] رسموں کو

(۵) یہ معیار ہمارے لئے نفع کا باعث ہے۔

یہاں تک تو جانوران قربانی کا احترام احکام خدا نے بتلایا ہے اس کے طریقۂ عمل کی تعلیم ہمارے رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو یوں دی ہے۔

(۱) جب قربانی کے جانوروں کو راستہ میں لئے جاتے ہوں تو اُن کو نہ لوٹو، کیونکہ صرف اس لئے کہ وہ خدا کے نامزد ہو چکے ہیں۔ یہ حکم اقتضاعی صاف صاف حکم تحریمی اور فرمان تعظیمی ہے۔

(۲) موٹے تازے، بیش قیمت، خوبصورت، ہر عیب سے سالم جانور ذبح کیا کرو، ان تمام صفات سے آراستہ جانوران قربانی کا انتخاب بھی صورت تعظیم و احترام ہی پیدا کرتا ہے اس وجہ سے کہ وہ خدا کے ایسے مالک الملک حقیقی کی خدمت میں پیش ہونے والے ہیں۔

(۳) بغیر ضرورت و مجبوری نہ ان پر سوار ہو اور نہ ان کا دودھ پیو، یہ احکام تو خالص احترام و تعظیم پر مبنی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ جانوران قربانی پر سوار ہونا اور ان کا دودھ پینا بھی بلا ضرورت و مجبوری ممنوع ہے، اس سے بڑھ کر احترام و تعظیم کی کیا تعلیم ہو سکتی ہے

دوبارہ ایک دوسری آیت میں قربانی کے جانوروں کے حکم تعظیمی کو اور زیادہ وضاحت سے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

والبدن جعلنها لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیر!	اور قربانی کے جانوروں کو بنایا ہے ہم نے واسطے تمہارے اللہ کے نام کی نشانیاں کہ
(حج، رکوع ۴)	تمہارے لئے اس میں خیر ہے۔

لغت بدن جمع بدنہ کی ہے معنی اونٹ گائے وغیرہ جو کہ میں قربانی کئے جائیں "صراح"

پھر یہ شعائر اللہ، و مناسکات فریضۂ حج کی فہرست میں صفا و مروہ کے دو پہاڑ

بہرحال ہم نے قرآن واحادیث سے ان اشیا کے احترام کی حقیقت پیش کر دی ہے اور سیدھے سادے الفاظ میں ان کا ترجمہ اور ان کی شرح بھی ایک عالم قرآن کے قلم سے نقل کر دی ہے، اب جناب ہوش صاحب بلگرامی اس کے جو معنی لگائیں وہ ان کا معیار قابلیت ہوگا مگر میری مقدار فہم وادراک سے تو ضرور باہر ہوگا۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش   من انداز قدت را می شناسم

اپنے آخر مضمون میں ہم کو یہ دکھلا دینا بھی ضروری ہے کہ میرے بیان سے حقیقت احترام اور اُن کی نسبت و اضافت خاص تو ضرور معلوم ہو گئی مگر تاہم ان معنوں میں یہ مضمون تشنۂ توضیح رہ گیا ہے اس لئے کہ اصل بحث و تمحیص تو مراسم عزا داری اور اُن کے احترام و نسبت و اضافت خاص سے متعلق تھی اور اس میں انہیں مراسم عزا کی مطابقت و مماثلت کی تفصیل و تشریح نہیں کی گئی ہے تو جواباً گذارش خدمت ہے کہ کسی ایک مضمون کو بار بار دُہرانا اور معرض تکرار میں لانا بیکار ہے اس لئے کہ ہمارے معاصر محترم پروفیسر ظہری صاحب تعزیہ وعلم وغیرہ کی نسبت و اضافت اور مطابقت کو اس شرح و بسط کے ساتھ تحریر فرمایا ہے کہ پھر اُس میں کسی الحاق و اضافہ کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ دلدل، ذوالجناح مرکب امام علیہ السلام کی کوئی علیحدہ تمثیل نہیں کی گئی ہے ہم اُس کی حقیقت تمثیلی بھی روشن کئے دیتے ہیں۔

دلدل کی نسبت ہوش صاحب بلگرامی تعزیہ نمبر فرماتے ہیں:-

"جب معمولی ٹٹوؤں کو دلدل اور ذوالجناح کا مرتبہ دے کر سڑکوں پر پھرایا جائیگا تو خدارا غور کیجئے کہ ملت حقہ کے دل پر کیا گذرتا ہوگا"

معلوم نہیں ہمارے ہوش صاحب کیوں بجراغ پا ہوگئے، وہ ٹٹو ہو یا معمولی گدھا

دور کر کے کعبہ اور رسم حج کو پاک وصاف کر کے عبادت کے خالص رنگ میں رنگ دیا اور جب مسلمانوں نے بھی حج میں اسی طریقہ پر خانہ کعبہ کو گوشت و خون سے لیپنا چاہا تو ممانعت میں یہ آیت اتری۔ عمدہ اسلوب سے سمجھا دیا گیا کہ یہ گوشت، پوست اور خون وغیرہ سب یہیں رہ جاتا ہے، اللہ کے پاس صرف تمہاری نیتوں کا خلوص اور پرہیزگاری پہونچتی ہے، خون لیپنے سے کیا ہوگا۔ پرہیزگار خالص نیت سے قربانی کرو۔

ہمہ ورق کہ سیہ گشت ومدعا نیست

مذکورہ بالا احکام قرآنی اور اُن کے عمل وطریقہ کو پیش نظر رکھ کر سمجھ لینا چاہیئے کہ ہمارے احترام وتعظیم کے عملی طریقے بھی دنیا کی ایک عدیم المثال اور صاحب کمال ہستی اور ایک عظیم ... قعہ کے ساتھ نسبت واضافت خصوصی رکھتے ہیں جس ایمان پیکر ہستی کی عظمت اور اُس کے واقعہ کی اہمیت ہوش صاحب تسلیم ہی نہیں کر چکے ہیں بلکہ اس ... قعہ ... کو پیکر ایمان اور اس کے واقعات کو ذبح عظیم سے خاص طور پر تعبیر فرما چکے ہیں مقالہ ابتدائی میں ارشاد ہوا ہے۔

"انسان جب غیر ... کے دکھ ... درد سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تو ایسے ایمان پیکر آقا کی بے کسی ومظلومیت پر کیوں کر خاموش رہ سکتا ہے۔

... ... صاحب ... کے ... اس ذبح عظیم کو دنیا کا ایک عظیم ... واقعہ مانا ہے"

پھر عبارت ... ... ہے

... مجھے ... تو ... ذبح عظیم پر آپ کو رونے اور اسے اپنے سے متعلق کرنے کا کیا حق ہے۔

(۴) بلجیم کے مشہور و معروف شہر برگز میں خون مسیح کی ... کا سالانہ جلوس بڑی عظمت و
حرمت اور شان و شوکت سے نکالا جاتا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں مسیحی قوم عقیدت و
عبادت کی نیت سے دور دراز مسافتیں طے کر کے شریک ہوتی ہیں اس کی حقیقت
یہ ہے کہ سنہ ۱۱۵۰ء میں شاہزادہ تھیوڈرک کاؤنٹ آف فلینڈرز (PRINCE ... COUNT OF FLANDERS ------) بیت المقدس سے جناب مسیح کا ایک
قطرہ خون اپنے ہمراہ لیتے آئے اور شہر برگز میں صرف کثیر سے ایک معبد تیار کرا کے اس میں
ایک شیشہ کے اندر اس خون مقدس کو رکھ دیا گیا۔ اب اسی شیشہ خون مقدس کا سالانہ جلوس
نکالا جاتا ہے مسٹر ہمنٹن (MR. HAMINTON) ... اس جلوس کی تصویر
صفحہ ۳۶۵ پر بنائی گئی ہے اس کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شیشہ خون ... ایک صندوق
(ضریح) کی صورت رکھ کر اور اس کو خوب آراستہ و پیراستہ کر کے شہر برگز کے صرف بڑے
بڑے پیشوایان مذہبی سر و پا برہنہ اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں اور اس شہر عظیم کی تمام گلیوں
میں اس کا گشت کراتے ہیں اس جلوس مقدس میں تمام سلطنت کا جلوس شاہی مع جملہ خاندان
شاہی کے بعد اعزاز و احترام برابر ساتھ رہتا ہے (ایضاً ...) کیا ضریح، تعزیہ
اور دیگر ہمارے جلوس عزا میں اس یہی سامان نہیں ہوتے۔

(۵) سینٹ ڈائیو تی۔ قوم مسیحی مقیم ... (کی شہید خاتون ہے روایات کثیرہ
سے ثابت ہوتا ہے کہ اس خاتون شہیدہ کا مقبرہ طغیانی کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گیا تھا
معتقدان قوم بڑی تلاش سے اس کی باقی ماندہ ... لاش کو جہاں تک رسکا ہے جہاں
اس کا صندوق جا لگا تھا ... ہر سال جنوری کی ساتویں تاریخ ... وفات
خاتون) کو بڑ ... اور تمام شہر کی گلیوں کو ... تحصیل ثواب

احترام اس کی ذات کا ہوتا نہیں احترام تو حقیقت میں اس کی ذات کا ہوتا ہے جس محترم ہستی کی طرف منسوب ہے جیسا کہ ابھی ابھی احکام قرآنی کی متعدد مثالوں سے ثابت کیا گیا ہے۔

کچھ اہل اسلام ہی پر منحصر نہیں طبقات عالم کے تمام اقوام و ملل میں احترام اضافی اب تک جاری ہے۔ چنانچہ تاریخ اقوام عالم سے ذیل کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) مسٹر ڈیون پورٹ (MR. DEVONPORT) اپنی کتاب اپالوجیز فار محمد (APPALOGIES FOR MOHAMED) میں لکھتے ہیں۔ ہالینڈ کے ایک مشہور اور قدیم گرجے میں حضرت عیسیٰ کے گدھے کا ایک کھر محفوظ رکھا گیا ہے، اس کی زیارت آج تک بڑی عظمت و عقیدت سے کی جاتی ہے۔

(۲) بلجیم کی مشہور اور قدیم قوم بلجین اپنے مراسم مذہبی مختلف شکل و صورت میں ادا کرنے کے لئے دوسری مسیحی قوموں سے خاص طور پر زیادہ مشہور و معروف ہے، چنانچہ ان کے سالانہ مراسم مذہبی کے مختلف جلوسوں میں ایک عظیم الشان جلوس ولادت عیسیٰ کے متعلق واقعۂ نذر تولید کا نکالا جاتا ہے جس میں جناب مریم کی مورت طفل رسالت حضرت عیسیٰ کو گود میں لئے ہوئے اور ان کے پہلو میں یوسف نجار اپنے ہاتھوں میں نذر بیت المقدس کے لئے دو کبوتر کے بچے لئے ہوئے دکھلائی دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ رسم مذہبی ولادت مسیح کے بعد حضرت مریم کے اول داخلۂ بیت المقدس کی یادگار ہے۔ قوم بنی اسرائیل میں اس وقت یہ دستور تھا کہ جب ولادت کے بعد بچے کو پہلے پہل بیت المقدس میں لاتے تھے تو حسب دستور نذر کے لئے دو کبوتر کے بچے بھی ہمراہ لا کر چڑھاتے تھے۔ تاریخ ہیوپل آف نیشن جلد اول صفحہ ۳۶۴۔

کی جو کچھ عظمت ہے وہ اس کی نسبت خاص کی کہ وہ گدھا عیسیٰ کا گدھا ہے اسی سے آپ سمجھ لیں کہ وہ معمولی ٹٹو ہو یا [illegible] ہی خچر۔ اس خچر کی تعظیم ہے اور [illegible] ٹٹوے کا احترام جو کچھ عظمت ہے وہ اس کی عظمت خاص کی کہ وہ ٹٹو امام کے ذوالجناح کی طرف منسوب ہے۔ یا وہ خچر امام کے دلدل کی طرف۔ بات اتنی ہے فقط۔

اب گھوڑوں کے خاص احترام کا حکم بھی قرآن مجید کی [illegible] بانی سماعت فرمالیں۔ جزو آخر سورۂ عادیات میں ارشاد باری عزاسمہ ہے۔

والعٰدیٰت ضبحاً فالموریٰت قدحاً قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر پتھر پر ٹاپ مار کر آگ نکالتے ہیں۔

لڑائی کے گھوڑے مراد ہیں خصوصاً جہاد میں کام آنے والے جو ہانپ کر بھی دوڑنے سے باز نہیں آتے اور پتھریلی زمین پر ٹاپ مار کر پتھروں سے آگ جھاڑ [illegible] نہیں کام آنے والے گھوڑوں سے رضائے الٰہی متعلق ہوگی۔ ترجمہ عاشق الٰہی صاحب میرٹھی مطبوعہ ابراہیمی پریس امین آباد لکھنو

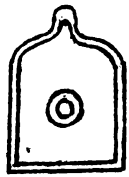
ہمارے احترام کو جانے دیجئے، خود ذات الٰہی جل شانہ کو [illegible] جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے گھوڑوں کا احترام و اعزاز منظور ہے کہ ان کی قسم کھائی جاتی ہے [illegible] بتوی میں ان کے خدمات کو خاص طور پر رضائے الٰہی سے متعلق بنا [illegible] ہے۔

جب یہ نسبت اضافی کا اصول قرآن و احادیث کی رُو سے قائم ہو چکا ہے تو خدارا ہوش صاحب [illegible] ذی ہوشی سے کام لے کر خود تصفیہ فرمالیں کہ حسینؑ کے ایسا کامل مجاہد فی سبیل اللہ [illegible] کے گھوڑے کا ایسا خدمات جہاد بجا لانے والا کیا اس آیۂ قرآنی اور حدیث نبوی کی تعریف کے اندر نہیں ہے جس مجاہد کامل اور اس کے عمل کا [illegible]

برکت کے خیال سے گشت کرایا جاتا ہے۔ (ایضاً ۳۵۱)

(۶) گوتم بدھ کا ایک دانت سیلون [illegible] کے ایک بڑے مندر میں محفوظ ہے جس کی حرمت و عظمت کے خیال سے ہزاروں کیا لاکھوں بدھ مت کے معتقدین، ہندوستان چین، جاپان اور دیگر مشرق بعید سے آکر شرف زیارت حاصل کرتے ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۹۰)

(۷) علاقہ تبت میں ہر سال ایک بہت عظیم الشان جلوس نکالا جاتا ہے جس میں اتنا بڑا کثیر مجمع ہوتا ہے کہ اس کے برابر کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ یہ جلوس ایک غم کا مظاہرہ ہوتا ہے جو ولی عہد جاپان کی وفات کی یادگار میں ہر سال قایم کیا جاتا ہے، گو اُس کی وفات کو تیرہ سو برس گذر چکے ہیں۔ اُس کا صندوق قبر حسب ذیل شکل کا بنا کر اس عظیم الشان جلوس کے ساتھ اُٹھایا جاتا ہے۔ (ایضاً ص ۴۸۱)



سمجھ میں نہیں آتا کہ جب تمام دنیا کے یہ مذہبی مظاہرے اور ان کے احترام و تعظیم کے مشاہدے جائز العمل سمجھ کر قابل اعتراض نہیں سمجھے جاتے تو پھر ہماری عزاداری کے مظاہرے جن کا تعلق ہمارے عقائد مذہبی سے ہے کس اصول تمدن پر ہدف ملامت قرار دیے جائیں گے، ہوش صاحب ذرا غور فرمائیے ابھی ابھی آپ نے یورپ کے ایسے مہذب و مودب، روشن خیال اور روشن ضمیر اقوام میں گدھا بھی نہیں صرف اُس کے ایک کھر کی تعظیم و احترام کا مشاہدہ [illegible] ت گاو اقوام ہونا ملاحظہ فرما چکے ہیں اور اُس کی حقیقت بھی آپ سمجھ چکے ہیں کہ فی نفسہ نہ اُس کھر کی عظمت ہے نہ اُس گدھے

ے. ذوالجناح بنایا جانے والا گھوڑا پوری قیمتوں پر خرید کر کے محض اور مخصص اسی خدمت
ے لئے علیحدہ کر دیا جاتا ہے اور اُس سے کوئی کام نہیں لیا جاتا، خاص اہتمام و انتظام
ے اس کی پرورش و پرداخت کی جاتی ہے، چنانچہ دو ذوالجناحوں کے انتظام و اہتمام
ر پرورش و پرداخت میرے عینی مشاہدات ہیں، ایک تو وہ جو گول کوٹھی مرشد آباد کی
اہی عمارت سے نکالا جاتا ہے۔ دوسرا حاجی کربلائی کے امام باڑے سے۔ خدا کرے ہمارے
ے بڑے اور مرکزی مقامات مثل بمبئی، کراچی، لکھنؤ، دلّی اور کانپور وغیرہ میں بھی یہی
نظامات ہوتے ہوں جو احترام و ادب کامل کے اصول پر مبنی اور قائم ہوں۔

کی تفصیل آپ [illegible]

[illegible] قربانی کا واقعہ اپنی نوع کا ایک ہی واقعہ [illegible] نزاع ملکی ومالی سے بالکل دور صرف حق اور صداقت کی حمایت میں پیش آیا حقیقت یہ ہے کہ امام مظلوم نے اپنی قربانی سے نہ صرف اسلام پر مہر دوام ثبت فرما دی بلکہ ساری دنیا کو دکھا دیا کہ دیکھو معرفت ربانی اس کا نام ہے شیوۂ تسلیم ورضا اس کو کہتے ہیں اور صداقت وحقانیت کی آزمائش میں ثابت قدمی اس کا نام ہے۔

اب اسی احترام نسبتی کے اصول پر ہم نے اپنے امام کی شبیہ ذوالجناح یا دلدل کی تعظیم کی یا اُن کا احترام کیا تو اس میں کیا قباحت ہے۔

اصولی طریقہ سے آپ کیا دنیا ہمارے ان مذہبی مراسم پر اعتراض نہیں کر سکتی اور نہ آپ کا کوئی اعتراض معقول کہا جا سکتا ہے اور نہ قابل قبول ہو سکتا ہے، ہاں آپ دوسرے طریقے سے خلاف شان واحترام کی بنا پر یہ ٹوک سکتے ہیں کہ معمولی ٹٹوؤں اور بازاری مجھڑوں کو جن کی حقیقت ہر کس وناکس کو معلوم ہے، ذوالجناح یا دلدل کا مرتبہ دینا [illegible] احترام اور مخالف شان ہے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہو کر اتنا کہہ سکتے ہیں کہ حقیقت ونسبت کچھ بھی ہو مگر [illegible] خصوصیت میں ان کی اتنی ادنیٰ اور معمولی عمومیت بھی نہ ہونی چاہیئے۔

عمل وہی ہے مناسب جو ہو جہاں کے لئے

خلاف حرمت اور مخالف احتیاط کا خیال [illegible] امور میں لازمی ہے، دیکھئے بڑے [illegible] مراسم کے مواقع [illegible] احترام اور کامل [illegible]

ذوقی صاحب کے مقالات کو ٹھنڈے دل سے پڑھا: در حقیقت بے حسیں ۔ ثقافت کو دیکھ کر خاموش ہو ہو ۔ لیکن عقل نے کہا کہ یہ سکوت کا موقع نہیں ہے ۔ ایسے ہنگامے تو ابتدائے اسلام سے ہوتے چلے آرہے ہیں ۔ جب پیغمبر اسلام کی خدائی باتیں بہتوں کے قلوب پر اثر نہ کر سکیں اور جب علیؑ کی بت شکنیاں دلوں کے اصنام کو نہ توڑ سکیں تو حسینؑ کے پیغام صداقت پر دنیا کیوں عمل کرنے لگی، پھر جب تک حسینی چراغ جلتے رہے اور اپنی ایمانی روشنی پھیلاتے رہے اُس وقت تک تو نہ "صداقت حسینی" نے یادگاریں بننے دیں اور نہ بدعتیں پیدا ہونے دیں لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ شاید ہمارے لئے مقدر ہو چکا تھا اور غالباً امام غائب کے ظہور کے وقت تک یہ صنم پرستیاں ہماری روحوں کو برابر داغدار بناتی رہیں گی۔ کاش ہمارے دلوں میں ایمان کی سچی تڑپ ہوتی اور کربلا کی تعلیم ہمارے حافظوں میں باقی رہتی تو آج ہماری ذہنی پستی کا مضحکہ کیوں اُڑایا جاتا ۔ ہمارے مذہبی اخلاق و عادات اُس سطح سے کیوں نیچے آتے جہاں انہیں ۶۱ھ میں ایمان والوں نے دیکھا تھا

میں نے ابتدائے شعور ہی سے "شہادت عظمیٰ" کے مقاصد اور اُس کے اسباب و علل پر اپنے مقدور بھر غور کیا ہے اور اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کی ہے جو اس "سانحۂ عظیم" کی بنیاد ہے ۔ جس کے سایہ میں "مشیتِ ایزدی" نے اپنے ایک "محبوب ترین بندہ" کی قربانی گوارا کر لی تھی لیکن اس کی بے شمار برکتوں کے بجائے جب مروجہ "یادگاروں" اور عزاداری کے غیر [illegible] پر نظر پڑی تو اپنی قوم کی بے [illegible] کے آنسو بہائے بغیر نہ رہ سکا۔

میں اس [illegible] بھی قائم ہوں اور بغیر کسی خوف [illegible] ہوں گا اسلام کے تمام فرقے اپنے مذہبی [illegible] اخلاق بلند یوں کے مرکز سے [illegible] ہو گئے ہیں

جناب تلہری اور فوق کے مقالات پر ایک نظر

میں نے اپنی تمام عمر کی غور و فکر کے بعد جب اپنے کچھ خیالات (وہم
بت پرستیاں کے عنوان سے) رسالہ نگار میں شائع کرانے کی جرأت کی تو میرے ا
بزرگ اور خیر اندیش احباب نے اُسی قدامت پرستی کے سائے میں (جو ازل
حقیقتوں کا حجاب بنا رہا ہے) جواب تو کیا دیا میرے ایمان و یقین کی بلندیوں ا
فاران کی چوٹیوں تک پہنچا دیا، کیونکہ ان حضرات نے جو طرزِ استدلال اختیار کر
اور رسم و رواج کی جس طرح حمایت کی ہے وہ یا تو نتیجہ ہے اُن کے ذاتی عقائ
یا تقلید ہے ادیان منسوخہ کے ان رسوم کی جنھیں کتاب و سنت پر ایمان رکھنے
اور ائمہ کی تعلیمات پر عمل کرنے والے ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہیں کر سکتے۔

میرے اس اظہار حق نے الواعظ کے صفحات میں تلہری صاحب کو جو نکا
جناب فوق کے پختہ کار قلم کو حرکت دے دی، ان رسوم پر "نثار" ہونے والے منبر پر
گئے، خلوتوں میں صلواتیں سنائی گئیں تکفیر کے نعرے پس پردہ بلند کئے گئے۔ قدامت
جماعت کو اُچھلنے کودنے کا موقع مل گیا اور دقیانوسی خیالات میں ہلچل مچ گئی، میر
کانوں نے یہ سب کچھ نہایت سنجیدگی سے سنا اور میری آنکھوں نے تلہری صاحب

تھی اس کی صورت کچھ [illegible] تھی جب نادر شاہ نے صفوی حکومت کا تختہ الٹ دیا تو ۱۷۹۶ء تک ایران میں نہایت اضطراب و بدامنی کا دور رہا، یہاں تک کہ [illegible] شاہ کے قتل کے بعد عنان حکومت قاچاریوں کے ہاتھ میں آگئی۔

ہر چند قاچاریوں کی حکومت کوئی سیاسی اہمیت حاصل نہ کر سکی، مگر مذہبی رسوم میں غلو کی ابتدا، ضرور اسی زمانہ سے شروع ہوئی [illegible] واقعات کربلا کو "تمثیلی صورت" میں پیش کرنے کا رواج بھی اسی وقت ہوا۔ قاچاریوں سے قبل [illegible] ہی ہوتی تھی لیکن اس وقت تک تعلیمات اسلامی کی روح مردہ نہ ہوئی تھی اور حسین کی یاد تازہ رکھنے کیلئے ایسے مراسم وجود میں نہ آئے تھے جن کی حدیں شرک و بت پرستی سے مل جاتی ہیں، اس لئے ان کی عزاداری تذکرۂ شہادت یا نوحہ و مرثیہ تک محدود رہی، یہاں تک کہ قاچاریوں کا عہد شروع ہوا اور ان کے مذہبی غلو نے عزاداری کو یکسر لہو و لعب بنا دیا۔

میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ عزاداری کے موجودہ مراسم کن [illegible] سے تدریجی ترقی کرتے ہوئے اس درجہ تک پہنچے ہیں اور اس سلسلہ میں ایران کی ایک تمثیل کے بعض اجزا پیش کرتا ہوں۔ ان تمثیلوں میں ہم ایسے سراپا گناہ انسان ان اماموں کا پارٹ ادا کرتے تھے جن کی ہر سانس حق و صداقت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جناب قاسم کی شادی کا منظر دکھانے کے لئے ایک نوخیز اداکار (حضرت قاسم کی شکل میں) کشمیری شال کا کوٹ پہنے سنہری ٹوپی [illegible] لگائے، تیغہ ہاتھ میں لئے سامنے [illegible] تھا، ان کی گھونگر والی زلفیں شانوں پر پڑی ہوئی تھیں، حضرت قاسم کے دوش بدوش ایک دوسرا اداکار (امام حسین) ہوتا تھا جو سبز رنگ کا لباس پہنے ہوئے [illegible] سبز عمامہ سر پر باندھے ہوئے (مگر چہرہ نقاب سے چھپا ہوا) لایا جاتا تھا۔ اس کے

لیکن چونکہ میں شیعہ گھرانے کا کمتر بندہ ہوں اور علی کی تعلیمات کو اپنا نصب العین بنا تا ہوں اور حسینؑ کے اسوۂ حسنہ پر مٹ جانے کو زندگی سمجھتا ہوں اس لئے میں نے دوسرے فرقوں کو چھوڑ کر اسی جماعت سے خطاب کیا تھا جو علی کو اپنا مولا سمجھتی ہے اور حسین کے لئے روتی ہے کیونکہ جب یہی جماعت جو باب العلم تک پہونچنے کے باوجود کربلا کی تعلیمات پر عمل نہ کرے تو مجھے دوسروں پر اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل ہے ۔

آپ شوق سے مجھے برا کہیئے، کافر و بے دین قرار دیجئے لیکن یاد رکھیئے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں برابر کہے جاؤں گا، جب تک میرا دماغ تھک نہ جائے، جب تک میرا قلم رک نہ جائے اور جب تک میری زبان ہمیشہ کے لئے بند نہ ہو جائے کیونکہ میں وابستۂ علیؑ ہوں، میں پیرو حسینؑ ہوں اور حق و صداقت کا اعلان میرے علی کا شیوہ تھا۔ میرے حسین کا عمل تھا اور اگر اس طرح میرے "نالۂ درد" نے کسی ایک فرد کو بھی متاثر کر دیا تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی ۔

اس مختصر تمہید کے بعد میں پہلے عزاداری کے قدیم و جدید طریقوں کا ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں، اس کے بعد ظہری صاحب اور فوق صاحب کے بیانات پر اپنی رائے کا اظہار کروں گا ۔

ابن کثیر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے معز الدولہ دیلمی نے ۳۵۲ھ میں بغداد میں عزاداری کو رواج دیا۔ اس کے بعد "دولت دیالمہ" کے خاتمہ تک بلاد اسلامیہ میں یہ رسم اسی طرح جاری رہی ا۔۔۔ بغداد میں بھی طغرل سلجوقی عہد سے قبل تک عزا۔۔۔ ہوتی رہی، دیالمہ کے بعد سلاطین صفوی نے بھی اس پر زور دیا لیکن دیلمیوں اور صفویوں کے عہد چوتھی صدی ۔۔۔ [illegible]

۱۶۰۰ء کے بعد قاجاریوں کے عہد میں کی گئی، اس کی تقلید میں ہندوستان نے بھی عزاداری کے وہ وہ طریقے ایجاد کئے کہ عہدِ ایک کی غرافیائی ... بتیں یکی ان کے سامنے پیچ ہیں۔

ہندوستان میں شیعی عقائد کا پہلا بادشاہ احمد شاہ بہمنی تھا، جس نے ۱۴۲۲ء سے ۱۴۳۵ء تک حکومت کی، لیکن اس کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی ... تک ہندوستان میں ان یادگاروں کا پتہ نہیں چلتا، ہمارے یہاں ان مراسم کی عمر زیادہ سے زیادہ دوسو برس کی ہے جس کی تصدیق مدح صحابہ کے سلسلہ میں ان مباحث سے بھی ہوتی ہے جو شیعی وکیل کی جانب سے لکھنؤ کی عدالت میں پیش کئے گئے ہیں۔

ہندوستان میں موجودہ عزاداری کی ابتدا اٹھارویں صدی میں ہوئی ... تھا کہ جب مسلمان ملکی آب و ہوا سے کافی متاثر ہو چکے تھے اور ... کے ... کے علم الاصنام کا اتنا گہرا نقش قائم ہو چکا تھا کہ انھوں نے بلا تامل واقعات شہادت کو انھیں روایات ... ڈھال لیا۔

اب آئیے ظہری صاحب اور فوق صاحب کے بیانات کو دیکھیے کہ یہ حضرات کن وجوہ سے ان رسوم کے حامی ہیں۔ پہلے عزاداری کا مفہوم متعین کر لیجئے کہ وہ ہے کیا؟ عام طور پر عزاداری کو سوگ منانے کے مترادف سمجھا جاتا ہے لیکن ... میں عزا کے معنی ہیں مصیبت پر صبر کرنا جس سے مجازاً ماتم پرسی کا مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے۔ عزیت اور تعزیہ بھی اسی نوع کے ... کا بھی یہی مفہوم ہے مگر عملاً اس کا ... اب یوں ہوتا ہے کہ بانس کی چند تیلیوں اور کاغذ کے چمکیلے تختوں سے حسین کے روضہ کی نقل بنائی جاتی ہے جسے تعزیہ کہتے ہیں ... حسین کے مطالعہ سے کو

بعد شادی کے مراسم اسٹیج پر ادا کئے جاتے تھے، عروس قاسم بھی عروسی لباس میں لائی جاتی تھیں۔ جناب زینب اور جناب شہربانو بھی موجود ہوتی تھیں [illegible]۔ جناب علی اکبر بھی یہ سب اپنا اپنا پارٹ ادا کرتے تھے اور جناب قاسم جب رخصت ہوتے تھے تو حسب [illegible] سی فرضی عروس کا بوسہ لیتے (نعوذ باللہ من ذالک) اسی پر اکتفا نہ کیا جاتا تھا بلکہ [illegible] ڈراموں میں [illegible] رسالت مآب، انبیا سلف اور فرشتوں کی بھی نقل کیجاتی تھی۔ آخر کار مجتہدین و علمائے ایران سے یہ عامیانہ و سوقیانہ حرکات نہ دیکھے گئے اور جعفر شوستری کو یہ کہنا پڑا کہ:۔

"در تشبیہ عروسی قاسم کہ بچہ بے ریش درست می کنند اسمش را تعزیہ داری می گذارند بے حمیت، بے عزت تو راضی ہستی شبیہ دختر ت را چنیں درست کنی، حالا کار با جل تشبیہ: بست کردن ندارم وے کسانے کہ بچۂ بے ریش درست می کنند عروس قاسم در می آورند [illegible] شامی ہستند ایں دین است کہ تو بچہ بے ریش بانہ برہ در اں قرار بدہی، حالا ما گفتیم فمن شاء فالیومن و من شاء فالیکفر۔"

[illegible] تشبیہ سازی می کنند، زن شبیہ علیا جناب زینب می شود [illegible] سزاوارش کہ کسے چنیں کار قبیح را نسبت [illegible] [illegible] حضرت امیر المومنین [illegible] جناب زینب با شمشیر [illegible] جلالت [illegible] با ولطف فرمودہ کہ [illegible] صاحب عصمت [illegible] نمودہ۔

غرض واقعات کربلا کو زندہ رکھنے کے لئے ایسی تمثیلوں اور یادگاروں کی تخلیق و تعمیر،

اسلام سے خارج ہوگیا

انہ من ابدع بدعۃ ودعا الیہا او وضع	جس نے کوئی بدعت وضع کی یا کوئی
دینا فقد خرج عن الاسلام	نیا دین بنایا، تو وہ اسلام سے خارج ہوگیا
”وقال رسول اللہ کل بدعۃ ضلالۃ و	فرمایا کہ تمام بدعتیں گمراہیاں ہیں اور تمام
کل ضلالۃ سبیلہا الی النار“	گمراہیاں نار کی طرف لے جانے والی ہیں
قال امیر المومنین بعثنی رسول اللہ الی	مجھے بھیجا رسول اللہ نے مدینہ کی طرف
المدینۃ فقال لا تدع صورۃ الا محوتہا	اور فرمایا کہ جو تصویر ہو اسے مٹا دینا
ولا قبراً الا سویتہ ولا کلباً الا قتلتہ	اور جو قبر ہو اسے برابر کر دینا اور جو کتا

ہو اسے مار دینا)

آپ ضریح کہیں یا تعزیہ۔ عام ہندوستانی رواج اور عقیدہ کے مطابق اس نوع کی تمام صنعتیں جناب امام حسینؑ کے روضہ کی مثل سمجھی جاتی ہیں اور درگاہوں میں تصویریں بھی بلا تکلف آویزاں ہوتی ہیں اور عوام ان کے احترام میں نمایش اور عبودیت کے تمام جذبات کا اظہار کئے بغیر نہیں رہتے اب آپ اپنے اعمال کو ان احادیث کی روشنی میں دیکھئے اور خود فیصلہ کیجئے کہ آپ کا یہ عمل کس حد تک حق بہ جانب ہے۔

تلہری صاحب نے خود بھی ان یادگاروں کو ”رسوم“ ہی کے نام سے موسوم کیا ہے اور فرماتے ہیں:۔

”عزاداری کے سلسلہ میں بہت سی ایسی باتیں رائج ہوگئی ہیں کہ ... ضرورت ہے“

پھر کئی مرتبہ اس فقرہ کو بھی دُہراتے ہیں کہ:۔

”جو رسوم نہ صر... شکل کر چکے ہیں ... وسے

اس کا بھی پتہ نہیں چلتا کہ

"آپ اگر دفن کیے گئے تو کہاں بعضوں کا خیال ہے کہ کربلا ہی میں دفن ہوئے بعض کہتے ہیں نینوا میں ہے"

(جلاء العیون باب ۴ فصل ۵)

[illegible] دل تو روضۂ مبارکہ کا وجود ہی مشتبہ ہے، اور اگر ہو بھی تو اس کا بقا ثابت [۵۱] نہیں، روضۂ مبارکہ کی نقل کیا معنی رکھتی ہے۔

سب سے پہلے یہ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ مقابر پر قبہ و گنبد بنانے کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ جناب امام موسیٰ کاظم سے جب "بناء علی القبر" کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:-

"یعنی سُئل عن البناء علی القبر فقال لا یصلح البناء علیہ ولا تجصیصہ ولا تصنیعہ ولا طلس علیہ۔ (جواہر الکلام)	یعنی قبر پر گنبد وغیرہ بنانا، اس پر پلاسٹر کرنا، اسے مزین و منقش کرنا وغیرہ درست نہیں ہے۔

اس کے علاوہ "من لا یحضرہ الفقیہ" میں اسی مفہوم کی متعدد احادیث درج ہیں بعض ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

وقال امیر المومنین من جدد قبراً ومثل مثالاً فقد خرج من الاسلام	جس نے قبر کی تجدید کی اور اس کی مثال بنائی وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔
[illegible] لتعظیم واستحل نبأ مر [illegible] من الاسلام	جس نے قبر کے نیا کرنے بنوارنے اور اکھاڑنے میں امام کی مخالفت کی، وہ

۵۱ خلیفہ متوکل باللہ کے زمانے میں جناب امام حسینؓ کی قبر کا نشان ایسا مٹ گیا یا مٹا دیا گیا تھا کہ اس پر زراعت ہونے لگی تھی۔ (جلاء العیون باب ۵ فصل ۲)

فداکاریاں، جانبازیاں، سرفروشیاں یاد آجاتی ہیں جو ذبح حسینی کے عملاً ... سے جس کے سایہ میں اس کے نام سے ظہور پذیر ہوئی تھیں۔ ... تصورات کا خطور نفسی حیثیت سے جن اہم اخلاقی و معاشرتی نتائج تک منجر ہو سکتا ہے، ان سے ایک سنجیدہ شخص چشم پوشی نہیں کر سکتا، اگر ہماری بے حسی اور صحیح مطمح نظر کا فقدان ... نفسیاتی ... ت سے متاثر نہیں ہونے دیتا تو صحیح نصب العین اور ان امور کی واقعی غایت کو برابر سامنے رکھ کر اس جمود کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔"

تعزیہ اور دلدل وغیرہ بھی اسی قبیل کی یادگاریں ہیں۔ ... امور کی یکسانہ غرض وغایت صرف اتنی ہے کہ شہادت حسین کا واقعہ مختلف مادی اور غیر مادی عنوانات سے ہماری آنکھوں کے سامنے آتا رہے اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کو متاثر کرتا رہے۔"

اس کے بعد بت پرستی کے صحیح معیار پر گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ

"بت پرستی کا صحیح معیار یہ ہے کہ ہم کسی غیر خدا کو حقیقی معنوں میں خدا قرار دے لیں یا پھر جو خدا کی خاص صفات ہیں اسے ان کا حامل سمجھ لیں۔"

سجدہ کے متعلق ظہری صاحب کا خیال ہے کہ:۔

"لیکن اس سجدہ کے پس منظر میں غیر خدا کو خدا سمجھنے کا جب تک تخیل موجود نہ ہوگا تو اس سجدہ کو بت پرستی نہیں کہا جا سکتا اگرچہ یہ ممکن ہے کہ دوسرے وجوہ سے اسے قبیح قرار دیا جائے"

اس کی دلیل وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ:۔

"باری عز اسمہ نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ حضرت آدم کو سجدہ کریں۔"

اس کے بعد ان یادگاروں کے احترام کو ایک مذہبی حقیقت ثابت کرنے کے لئے

ہیں ان کا استیصال وقت کی اولین ضرورت ہے

پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ:۔

عزاداری کے سلسلہ میں ان تمام باتوں کو روکنا چاہیئے جو عوام کی ذہنیت کو مسخ [illegible] ان میں غلط تخیلات واوہام کی پرورش کر رہی ہیں۔

یعنی وہ عزاداری کے رسوم سے "عوام کی ذہنیت کو مسخ اور ان میں غلط تخیلات اور اوہام کی پرورش" کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اسی کے ساتھ یہ ارشاد بھی ہوتا ہے کہ:۔

"جناب ہوش نے تعزیہ علم اور ذوالجناح کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ میری ناقص رائے میں نظر ثانی کے محتاج ہیں ـــــــــ"

"تعزیہ یا علم کا یہ مقصد نہیں ہے کہ ان کے سامنے سرنیاز جھکایا جائے کیونکہ ان میں کچھ ایسی قوتیں موجود ہیں جو ہماری حاجتوں کو پورا کر سکتی ہیں، اس قسم کی چیزوں کو جو اہمیت حاصل ہے وہ صرف یہ کہ بعض اہم واقعات کی ان سے یاد تازہ ہوتی ہے"

آگے چل کر ظہری صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

تعزیہ، علم اور ذوالجناح کے احترام کی بھی یہی صورت ہے۔ عامی سے عامی شیعہ [illegible] مخصوص صفات خدا کا حامل نہیں سمجھتا۔ یہ چیزیں تو کجا ان ذوات کو بھی جن سے یہ چیزیں وابستہ ہیں کوئی شیعہ خدا یا مخصوص صفات خدا کا حامل نہیں سمجھتا، ان کا احترام ضرور کرتا ہے مگر اسے قابل اعتراض کسی صحیح منطق [illegible] نہیں کہا جا سکتا۔ علم دیکھ کر ہمارے دل میں اس علم کا خطور ہو جاتا ہے جو معرکۂ کربلا میں [illegible] سے مکمل [illegible] رعباس سے جلیل القدر [illegible] کی [illegible] ت [illegible] [illegible] اسے دیکھ کر [illegible] نہاں

وہ اسے بھی مانتے ہیں کہ خدا کی ذات و صفات کا حامل کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا اور نہ یہ ان یادگاروں کا مقصد ہے لیکن ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سجدۂ تعظیمی کو باطل اور مشرکانہ نہیں سمجھتے، صرف تلمیح" جانتے ہیں یقین کیجیے کہ تلہری صاحب کی ان یادگاروں سے متعلق اس معصومانہ توجیہہ کو دیکھ کر میں متحیر بھی ہوا اور مایوس بھی، میں انھیں بتانا چاہتا ہوں کہ ان یادگاروں کا مقصد قطعاً وہ نہیں ہے جو انھوں نے ظاہر کیا ہے بلکہ تعزیہ اور علم کے حضور میں واقعی پرستش و نیائش کے ان تمام جذبات کا اظہار کیا جاتا ہے جو صرف خدا کے لئے مخصوص ہیں اور اس سے انکار بدیہیات سے انکار کرنا ہے۔

لیکن قبل اس کے کہ میں اختر صاحب کے بیانات پر کچھ عرض کروں جناب فوق کے ارشادات بھی پیش کرنا چاہتا ہوں جو گویا تلہری صاحب ہی کی حکیمانہ تجدد پسندی کی صدائے بازگشت ہیں کیونکہ جناب ممدوح نے اپنے اس بیش بہا مقالے کی خود بھی توضیح کی ہے۔

"حقیقت امر یہ ہے کہ مضمون زیر بحث کے تنقیدی اور حقیقی دونوں پہلوؤں کو ہمارے فاضل معاصر پروفیسر تلہری صاحب نے اس شرح و بسط سے بتلا دیا اور سمجھا دیا ہے کہ اس میں کسی اضافہ وغیرہ کی مطلق ضرورت نہیں ہے لیکن اگر ہمارے ہوش صاحب ہمارے لائق پروفیسر صاحب کے انکشافات تنقیدی کو ان کا نظریۂ خاص یا ان کے استدلال کو غیر مفید [illegible] سمجھ کر نظر انداز فرمائیں تو ہوش صاحب کی اس غلط فہمی کو دور کردینے کی غرض سے مجھ کو ایک مرد خواہ مخواہ بن کر قلم اٹھانے کی جسارت ہوئی۔"

فرماتے ہیں کہ:۔

"اس سجدہ کے پس منظر میں بھی غیر خدا کو خدا یا اس کے مخصوص صفات کے حامل سمجھنے کا تخیل موجود نہیں تھا اس لئے اس کی نوعیت بالکل ہی بدلی ہوئی ہے"

اس کے بعد یہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"اسی طرح ان چیزوں کو ان کے جدید ہونے کی وجہ سے بھی قبیح ثابت نہیں کیا جا سکتا، ہر نئی چیز کو بدعت کے ماتحت لے کر حرام قرار دینا فرسودہ عنوانِ استدلال ہے جسے حکیمانہ تجدد پسندی ایک لحظہ کے لئے بھی روا نہیں رکھ سکتی، ہر وہ نئی چیز ستودہ ہے جو افادیت کی حامل ہو، اس عقلی اصول کو بدعت کے حربے سے توڑا نہیں جا سکتا"

یہ ہیں ظہری صاحب کے وہ خیالات جو انھوں نے میرے مضمون پر ظاہر فرمائے ہیں۔ یاد رکھیے کہ میں ان کے اس گراں قدر مقالے کو دیکھ کر ہنستا رہا، اس لئے کہ ان کی "حکیمانہ تجدد پسندی" نے جن دلائل کو حد درجہ وزنی اور مجتہدانہ سمجھا ہے وہ سب کے سب وہی ہیں جو ان یادگاروں کے جواز میں ہمیشہ ظاہر کئے جاتے رہے ہیں، ان میں سے ایک بات بھی ایسی نہیں جو "عقلی اصول" کے مطابق ہو، جسے "بدعت" کے علاوہ کسی اور چیز سے تعبیر کیا جا سکے اور جس کے پس منظر میں غیر خدا کے خدا ہونے کا تخیل موجود نہ ہو۔

اس حد تک تو ظہری صاحب کو بھی مجھ سے اتفاق ہے کہ ان یادگاروں اور عزاداری کے مروجہ رسموں میں اکثر امور ایسے ہیں جن کی اصلاح ہونی چاہئے اور انھوں نے ان یادگاروں کا اولین مقصد یہ قرار دیا ہے کہ:۔

"ان سے بعض اہم واقعات کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جن کے افادی پہلو سے انکار نہیں کیا جا سکتا"

جس نے ایسے ہی باطل پرستوں کی تادیب کے لئے ۷۲ جانوں کو راہِ حق میں قربان کر دیا تھا، کاش جناب فوقؔ اتنی طویل اور افسردہ بحث کے بجائے مراسم عزاداری کے جواز میں کسی امام کا اسوۂ حسنہ بیان کرتے لیکن جب کلام خدا و رسول سے ان کی کوئی دلیل نہ مل سکی تو انھوں نے دوسری اقوام کی رسوم کا سہارا ڈھونڈھا اور حریفان اسلام کو نکتہ چینی اور مضحکہ خیزی کا موقع دے دیا، یہ میری ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ جناب امیر علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

وقال علیہ السلام الراضی بفعل قوم کالداخل فیہ معہم وعلی کل داخل فی باطل اثمان اثم العمل بہ واثم الرضی بہ
(نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۱)

(ترجمہ: جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی قوم کے عمل پر راضی ہونے والا شخص گویا ان میں داخل ہونے والوں میں سے ہے اور ہر وہ شخص جو باطل میں داخل ہونے والا ہے اس پر دو گناہ ہیں ایک باطل چیز کے عمل کا اور دوسرے اس پر رضامندی کا۔)

آپ نے خون مسیح کے جلوس، سینٹ ڈائیونی، مسیحی شہید خاتون، گوتم بدھ کے دانت اور تبت میں ولی عہد جاپان کے غم کا مظاہرہ ثابت کرنے کے لئے نہ جانے تاریخ کے اوراق الٹنے میں کتنی زحمت اٹھائی ہوگی آپ اگر مجھ سے یوں ہی فرما دیتے کہ مشرق و مغرب کی تمام حریف اسلام ملتوں میں ایسی رسوم جاری اور متداول ہیں تو خدا گواہ ہے کہ کسی حوالے اور ثبوت کے بغیر میں اسے مان لیتا، آپ نے بالکل درست فرمایا ہے کہ

"کیا ضریح، تعزیہ اور دیگر ہمارے جلوس عزا میں یہی سامان نہیں ہوتے"

آپ نے اس ایک فقرہ سے میرے پورے دعویٰ کو ثابت کر دیا۔ میں کہتا ہوں "ہوتے ہیں"

حقیقت یہ ہے کہ مجھے سب سے زیادہ تعجب اپنے نہایت محترم بزرگ جناب فوق بلگرامی پر ہے جنھوں نے پیغمبر کی سیرت لکھی جنھوں نے ائمہ کی سوانح حیات کی ترتیب دی جنھوں نے مولائے خیبر شکن" کی مقدس زندگی کے حالات لکھ کر دنیا کو حق وصداقت کی راہ دکھائی ہے میں ان سے توقع رکھتا تھا کہ وہ قرآن وحدیث اور سیرت ائمہ کی روشنی میں میری رہنمائی فرمائیں گے لیکن وہ بھی اس مسئلہ میں اپنی وسیع النظری کو کھو بیٹھے، جناب فوق نے مذاہب باطلہ کی جن رسوم سے استدلال کیا ہے ان کی تائید وہی کر سکتا ہے جو تثلیث پرست ہو، جو بڑھا کی تپسیا کو دیکھ کر گنگنانے لگے، یہ تو سب کی سب وہی رسوم ہیں جنھیں بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے خدا کے آخری پیغمبر اور ان کے اہل بیت نے اپنی آسائشوں اور اپنی جانوں کی قربانیاں دی ہیں، فوق صاحب ان مراسم کی بیان سے تعزیہ داری کا جواز اور قطعی ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں اور اس پر غور نہیں فرماتے کہ یہ طریقۂ استدلال تو نفس عزاداری سے بھی بڑھ کر ماتم کے قابل ہے۔

میرے محترم بزرگ نے تو اس طرح اسلام کے حریفوں کو اپنی ہی طرف سے باطل پرستی کی دعوت عام دیدی ہے۔ حضرت عیسیٰ کے خون کے قطرے کا جلوس اہل ہالینڈ اور خر عیسیٰ تک کے کھر کا مظاہرہ بلجیم والوں کو مبارک ہو۔ خر عیسیٰ کے لئے معلم الاخلاق (سعدی) کا یہ حکیمانہ قول اب بھی گلستاں میں موجود ہے کہ

خر عیسیٰ اگر بہ مکہ رود   چوں بیاید ہنوز خر باشد

اسی طرح بدھ کے دانتوں کا "شرف زیارت" ان کو مبارک رہے۔ جو توحید کے دشمن ہیں جو رسالت کے منکر ہیں، جو امامت کے مخالف ہیں ہم مسلمان ہیں، ہم مومن ہیں ہم پیغمبر عربی کے امت ہیں، ہم بت شکن علی کی جماعت ہیں ہم کو حسین مظلوم سے نسبت کا دعویٰ ہے۔

"جوش صاحب ذرا غور فرمائیے... آپ یورپ کے ایسے مہذب، مودب روشن خیال... روشن ضمیر اقوام میں گدھا ہی نہیں صرف اس کے ایک کھر کی تعظیم واحترام کا مشاہدہ عام اور زیارت گاہ اقوام ہونا ملاحظہ فرما چکے ہیں۔"

آپ میرے بزرگ ہیں، مشکل یہ ہے کہ میں سوءِ ادب کا مجرم سمجھا جاؤں گا، مگر کیا کروں کہ یہ بحث ایمان سے تعلق رکھتی ہے اور ایمان بھی وہ جس کو کم عمری سے مضبوط کیا گیا ہے اور جس کی بنا مولائے خیبر شکن کی طفلی کے ایمان محکم پر ہے۔ اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ اگر گدھے کے کھر کا جلوس نکالنے والی قوم کو آپ کا سا ایمان "روشن ضمیر" کہہ سکتا ہے۔ جب آپ کو ان اقوام کی "روشن ضمیری" کا اعتراف ہے تو بسم اللہ اسلام کے روشن ضمیروں کو چھوڑ کر اور ان "روشن ضمیروں" میں جذب ہو کر خود بھی "روشن ضمیر" ہو جائیے۔

حقیقت چھپانے سے نہیں چھپتی اس لئے جوش و خروش کی حالت میں جہاں رسم حج کی شرح فرمائی ہے وہاں خود بھی ارشاد ہوتا ہے کہ:-

اسلام نے ان تمام بیہودہ رسموں کو دور کر کے (یوم حج کو) کعبہ کو پاک وصاف کر دیا۔

اور پھر آخر میں دبی زبان سے یہ جملہ بھی نکل ہی جاتا ہے۔

"ہاں آپ دوسرے طریقے سے خلاف ... کی بنا پر یہ ٹوک سکتے ہیں کہ معمولی ٹٹوؤں اور بازاری خچروں کو جن کی حقیقت ہر کس وناکس کو معلوم ہے ذوالجناح یا دلدل کا مرتبہ دینا خلاف احترام ومخالف شان ہے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہو کر اتنا کہہ سکتے ہیں کہ حقیقت ونسبت کچھ بھی ہو مگر تاہم ان کی خصوصیت میں اتنی ادنیٰ اور معمولی عمومیت بھی نہ ہونا چاہیئے۔"

میں نے بھی تو کچھ ایسا ہی عرض کیا تھا جس عمل کو آپ بھی ... احترام سمجھتے ہیں اس کا

اور مزدور ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے ان کے نہ ہونے کا مشورہ دیا جاتا ہے کہ یہ غیروں کے غیر اسلامی مظاہرات ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

جناب فوقی نے تو اپنے مقالہ میں محیرالعقول دلائل کا ایک طلسم باندھا ہے اور ذوالجناح، دلدل کی نقل (علاوہ خر عیسٰی کے کھر کے) اس لئے جائز قرار دی ہے کہ قرآن پاک کی ایک سورت میں اللہ نے گھوڑوں کی قسم کھائی ہے تو پھر ایک دلدل اور ذوالجناح کی تخصیص کیا۔ دنیا کے سارے گھوڑے جن کی ٹاپ پتھروں سے آگ نکال دے اور جو دوڑ میں ہانپنے لگیں، قابل احترام ہیں کیونکہ اللہ نے ان کے ذکر سے انہیں معزز فرمایا ہے اور سورج کی قسم، چاند کی قسم، رات کی قسم (جب وہ چھا جائے) زیتون کی قسم وغیرہ بھی قرآن پاک میں ہے اور غالباً یہ سب لائق احترام ہیں تو آیئے پھر ستارہ پرستی، سورج پرستی، شجر پرستی، سب کو جائز کر دیں اور اسلام جو دم توڑ رہا ہے اسے اپنی بساط سمیٹ کر رخصت ہو جانے کا پیغام دیدیں۔ میری سمجھ میں یہ بھی نہ آسکا کہ جہاد کے گھوڑوں کی خصوصیت کیوں کی گئی اور جہاد کے گھوڑے صرف ذوالجناح اور دلدل کیوں سمجھے گئے جہاد تو بہت ہوئے ہیں، ان سب گھوڑوں کی نقل ہونی چاہیئے علاوہ اس کے اس سورت سے کیوں کر مستنبط ہوا کہ جہاد کے گھوڑے پورے انہماک کے ساتھ غازیوں کی طرح اپنا فرض ادا کرتے ہیں اس آیت میں زیادہ سے زیادہ گھوڑوں کے ایک ضروری اور بکار آمد ہستی ہونے کا اظہار ہے۔

ان کے علاوہ دنیا میں اور بھی بے شمار رسمیں ہیں جنہیں ارباب باطل جائز سمجھتے رہیں ان کی (کھر، خون اور بدھا کے دانتوں کی طرح) نقل کیجئے عمل کیجئے اور اپنے ہاتھوں اسلام کو قربان کر دیجئے۔

یورپ کی مادہ پرست اقوام کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ :۔

نے رنگ اور گہرا کر دیا اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ ہماری عمرانی زندگی میں بھی ... کے نقوش قدم قدم پر ملتے ہیں۔ ہر مسلمان کا نکاح اسلامی تعلیمات کے تحت ایک سیدھی سادھی رسم سے مگر اس میں ایسی ایسی مضحکہ خیز باتیں شریک کر دی ہیں کہ ان کا مٹنا اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ اس قسم کی ساری اوہام پرستیوں کا استیصال نہ کیا جائے اور رسم مذہب کی حقیقی روح کو نہ سمجھ لیں۔ ہماری موجودہ اسلامی شادیاں عہد جاہلیت کی خرافات سے بھی کچھ آگے بڑھ گئی ہیں اور ان میں وہ وہ رنگ کھیلے جاتے ہیں کہ باید و شاید۔

شادی ہو یا بیاہ، ختنہ ہو یا بسم اللہ ان کے جشن ایسے منائے جاتے ہیں کہ عہد جاہلیت کی ساری شیطانی حرکات ایک نقطہ پر سمٹ آتی ہیں۔ رنڈیوں کی بن آتی ہے بھانڈوں کی گالیاں روپیہ دے دے کر سننے کو مل جاتی ہیں اور وہ دھما چوکڑی مچتی ہے کہ معاذ اللہ ان ہفوات میں ایسے ... کا اظہار کیا جاتا ہے کہ اگر اس کا عشر عشیر بھی کسی مفید کام میں صرف ہو تو اسلام کی موجودہ پستی دور ہو جائے۔

اسی طرح میت کے بھی مراسم ہیں جو ہندوؤں کے مراسم سے متاثر ہوئے ہیں۔ ہندوستان کی بعض اقوام میں میت کے اٹھانے کے موقع پر، ڈھول تاشے اور نفیری وغیرہ استعمال کئے جاتے ہیں اور بڑی دھوم دھام سے جنازہ لے جاتے ... اسلامی تعلیمات کے لحاظ سے میت نہایت احترام اور خاموشی کے ساتھ اٹھنی چاہئے۔ لیکن ہم تعزیوں، علموں اور اپنے امام کی فرضی میت (یا مزار) کے ساتھ ... تمام رسوم کو جائز سمجھتے ہیں۔ غرض ہندوستان میں خالص توحید ... شریعت حقہ کے خدوخال کو اس درجہ بگاڑ دیا گیا ہے کہ ہم ... معاشرتی اور عمرانی زندگی کے کسی شعبہ میں ان سے

احترام واہمہ پرستی نہیں تو کیا ہے، غور کیجئے اگر اس بحث سے علیحدہ ہو کر آپ سے ان غیر ندا ہب کی رسموں کی تعلق ۔۔ لی جائے تو آپ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے کیا جواب دیں گے، یہی نہ کہ یہ سب رسمیں باطل ہیں اور اسلام شدت سے ان کا مخالف ہے کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جنھیں آپ کا ضمیر جنھیں آپ کا علم ڈنکے کی چوٹ گمراہانہ قرار دے ان کو آپ شعائر اللہ فرمائیں محض اس لئے کہ آپ جن رسموں کے عادی ہو گئے ہیں ان کے جواز کی کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے۔ میں جناب فرق کے بیان پر اس سے زیادہ کچھ لکھنا سوء ادب سمجھتا ہوں کیونکہ وہ میرے بزرگ ہیں، میں ان کا چھوٹا ہوں اور میں ان کی اس شفقت بزرگانہ کا شکر گزار بھی ہوں کیوں کہ انھوں نے دوسری اقوام کی رسوم باطلہ کا ذکر کر کے جن سے اسلام کی تعلیمات کو دور کا بھی تعلق نہیں خود ہی میرے بیان کی تائید بھی فرما دی۔

اب میں تلہری صاحب کے مضمون کی طرف پلٹتا ہوں جس میں انھوں نے میری "سخن گستری" کی بھی داد دی ہے لیکن کاش وہ میری ادبیت کو سراہنے کے بجائے میرے ان خیالات پر غور فرماتے جن کو میں نے حسینؑ کے ایمان کی کسوٹی پر کس کر پیش کیا تھا اور دم بھر کے لئے رسم و رواج کی زنجیروں کو توڑ کر صحیح تنقید کی فضا میں سانس لیتے، تلہری صاحب جن امور کو "اسوۂ حسینیؑ" کی بقا کے لئے ضروری سمجھتے ہیں، میں ان کو قدیم اوہام پرستیوں کا محض ڈھکوسلا اور شہادت حسینؑ کی غایت کے منافی جانتا ہوں اور ان یادگاروں سے وہ مقصد بلند پورا ہوتا ہوا نہیں دیکھتا جو ذبح عظیم کا منشاء ہے یہ حقیقت ہے کہ اس نوع کے جتنے مراسم ہندوستان میں رائج ہوئے وہ سب کے سب ایران سے لئے گئے تھے لیکن جیسا کہ ۔۔ نے پہلے ۔۔ کہ ۔۔ ت یہاں کی ۔۔ م پہنچیں

پر نظر ڈالیے کسی ایسے کام کی تکمیل کے لیے جس کا خوشگوار انجام آپ پہلے سے متعین کر لیتے ہیں۔ بڑی سی بڑی تکلیفیں آپ کو محسوس تک نہیں ہوتیں، نہ آپ تھکتے ہیں نہ ہچکچاتے نہ پریشان ہوتے ہیں لیکن دوسرے دیکھنے والے آپ کی حالت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اس لیے کہ انسانیت کا شیوہ یہی ہے، محبت کا تقاضا یہی ہے۔ رونا اس کا نہیں ہے کہ حسینؑ کو باطل پرستوں نے دھوکا دے کر مہمان بلایا، انھیں بھوک اور پیاس کی تکلیفیں دیں۔ انتہائی مظالم کیے اور شہید بھی کر دیا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ تمام امور شہادت عظمیٰ کے مقدر ہو چکے تھے اور یہی خدا کی مرضی تھی اور یہ سعادت کبریٰ حسینؑ کے لیے مخصوص ہو چکی تھی۔ اس لیے حسینؑ کا ضبط و صبر ان کی شان و مرتبہ کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا۔ وہ خدا کی مرضی کو سمجھ ہی نہیں رہے بلکہ غیب کی آوازیں سن رہے تھے اور دیکھ رہے تھے اور ہم ان پنہاں حقیقتوں کو نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سروشِ غیبی کی آواز سن سکتے ہیں اس لیے اس بے چینی اور اضطراب کے اظہار پر مجبور رہیں۔

واقعۂ کربلا نتیجہ تھا کوفہ کی بے دین جماعت کی حاسدانہ چالوں کا کیونکہ ان کو ہر وقت یہ خطرہ لگا ہوا تھا کہ اگر کبھی ائمہ اہل بیت کے فدائیوں نے قوت پکڑ لی تو ان کی بنیادیں متزلزل ہو جائیں گی، اسی لیے حقدار خلافت (جناب امام حسنؑ) کو زہر پلا دیا گیا اور حسینؑ کو مکر کے ساتھ تشریف آوری کی دعوت دے کر وہ سلوک کیا گیا جس کو حق و صداقت کی دنیا کبھی معاف نہیں کر سکتی۔

حریف و ناحق پرست انسانوں میں حسد کی آگ جس طرح بھڑکتی رہتی ہے اس سے دنیا کی تمام اقوام کو سابقہ پڑ [illegible] اسلام کو خصوصیت سے [illegible] ملک گیری کیلئے خونخوار جنگیں [illegible] آپس کی مخالفتیں حسد [illegible] ہیں، جبھی تو کلام مجید

اس سے محفوظ نہیں ہیں، اس کا جناب تلہری نے بھی اعتراف کیا ہے۔

میں نے اپنے پہلے مضمون میں بھی یہ ظاہر کیا ہے اور اب پھر اس کا اعادہ کرتا ہوں کہ واقعاتِ شہادت کا بار بار دہرایا جانا ... غور کرنا اور تابہ مقدور ان کی تباع سے اپنے بگڑے ہوئے عادات و اطوار کو سنوارنا بڑی سعادت ہے، محرم کا مہینہ تو اس کیلئے مخصوص ہے لیکن میرا ایمان اس سعادت کو محدود کرنا نہیں چاہتا میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ اگر حسینؑ کی شہادت کا احساس قلب کی گہرائیوں میں ہر وقت بے چینی پیدا کرتا رہے اور ان کی صداقت کی آواز ہر سانس کے ساتھ نکلتی رہے اور ان کے خدائی پیغام کی روشنی سے دنیا جاگتی رہے تو یہ ایسی عبادت ہوگی جس کا اجر بے حساب ہے ہر مجلس میں کربلا کے واقعات بیان کیجئے، روئیے دھوئیے مگر اس کے ساتھ ساتھ ان کو کے ہجوم میں ارضِ فرات کے جاں بازوں سے سبق بھی لیتے رہئے۔

رونے رُلانے پر اگر کوئی شقی القلب اعتراض کرتا ہے تو اس سے کہئے کہ وہ ۱۰ محرم کی مجلس میں معتمد علمائے دکن کو زار و قطار روتا دیکھ لے، اربعین کی مجلس میں صمدانی کی بے اختیارانہ چیخوں کو سن لے (یہ دونوں بزرگ حنفی المذہب ہیں) تو پھر وہ کہہ سکے گا کہ جب کسی کا کوئی مرجاتا ہے تو کیا وہ دیواروں سے سر نہیں ٹکراتا، اپنے بین و بکا سے زمین و آسمان کو نہیں ہلا دیتا، محلہ والوں کی نیند نہیں حرام کر دیتا تو پھر کربلا کے تو وہ مصائب ہیں جن کے صرف تصور سے بڑے بڑے سورماؤں کی روحیں کانپ سکتی ہیں۔

حسینؑ اس آزمائش حق میں مقصود بالذات تھے، فاطر ہستی نے اپنی جبروت و جلال کے اظہار کے لئے ان کی مقدس ہستی کا انتخاب کیا تھا اس لئے اپنے مالک کی اتباع انھیں اس کرب میں بھی ایک لذت دے رہی تھی، آپ اپنی روزمرہ کی زندگی

ضعیف اور موضوع روایتوں کے بیان کرنے سے احتراز کیجیے، خانوادۂ نبوت کی مخدرات کو ہندی عورتیں نہ سمجھئے ان کی پاکیزہ صفات و خصائل ہندی عورتوں پر منطبق نہ کیجیے کیونکہ وہ عرب کی غیور بیٹیاں تھیں، اور نبوت کی آغوش میں پروان چڑھی تھیں، اس لئے ان کے جو واقعات شاعرانہ مبالغہ کی وجہ سے دنیا میں پھیل گئے ہیں اور پھیلتے ہیں، واعظوں کی زبان سے بیان ہوتے رہتے ہیں وہ ان کی شانِ صبر و ضبط کی اہانت ہے وہ ہندوستانی عورتیں نہ تھیں جو مصائب سے گھبرا جاتیں وہ تو میدانِ وغا میں کھیلا کرتی تھیں، وہ تو تلواروں کے سایہ میں "مبارز طلب" ہوتی تھیں، اپنے جگر کے ٹکڑوں کو خون میں ڈوبا ہوا دیکھنا اپنی سرخروئی سمجھتی تھیں، نہ بیوگی کا سوگ مناتی تھیں، نہ یتیمی پر آنسو بہاتی تھیں یہی حال ان صف شکن دلاوروں کا تھا جنھوں نے خدا کی راہ میں سربازانہ ہمت و استقلال سے مسکرا مسکرا کر جانیں دی تھیں، جو تیغوں کی جھنکار کو نویدِ حیات سمجھتے تھے، جو تیروں کی بارش میں نہا کر خوش ہوتے تھے اور اسی کو سعادت ابدی جانتے تھے۔

میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ امام عالی مقام نے کربلا کا یہ سفر جان بوجھ کر اور سوچ سمجھ کر کیا تھا، ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں وہ یا ان کے پیارے رفقاء یہ ننگ کیونکر گوارا کر سکتے تھے کہ باطل پرستوں کے سامنے اضطراب کا اظہار کریں، اور فانی زندگی کی تسکین کے لئے اپنی اس عظمت کو صدمہ پہنچائیں جس پر دونوں عالم کی سعادتیں قربان ہیں۔

الغرض اس عمل کے بعد کون ہے جو آپ کی "مودت" کا مضحکہ اڑا سکے، کون ہے جو آپ کے جوش ارادت اور مذہب کی صداقت سے انکار کی جرأت کر سکے۔ دنیا کو یہ دکھا دیجئے کہ آپ کا "حسن عمل" اور "خلوص نیت" حسینؑ کی بارگاہ میں آپ کی زندگی علی کی تصدیق تھا، اور آپ کا بیان رسول کی تصدیق تھا اس کے بعد دنیا آپ کے

میں اس کے شر سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے :-

"ومن شرِ حاسدٍ اذا حسد"

سنتے چلے آئے ہیں کہ اسلام کے ۷۲ ٹکڑے ہوگئے اور کربلا کا قافلہ بھی ۷۲ ہی نفوس قدسیہ پر مشتمل تھا اور "حسد" کے ابجد [illegible] بھی ۷۲ ہی ہیں۔ اس لفظ کی "انقلابی معنویت" پر غور کیجئے اور ان نتائج پر سر پیٹیے کہ وحدت اسلامی تباہ ہو کر رہ گئی اور اب اس کا ایک مرکز پر جمع ہونا محال معلوم ہوتا ہے۔ خدا ہی وہ دن لائے تو لائے کہ ہر فرقہ اپنے ناجی ہونے کے خبط کو ترک کر کے بہ حیثیت مجموعی اسلام اور اس کے متعلقات پر غور کر سکے

انسان فطرتاً کمزور واقع ہوا ہے [illegible] بزرگوں کو تو جانے دیجئے جنھوں نے حیات انسانی کے اسرار سمجھ لئے تھے، جو زندگی کو کھیل اور موت کو وصال محبوب کی نوید سمجھتے تھے۔ آپ فطرت انسانی کے عام اصول پر نظر ڈالئے اور خود اپنے خیالات پر غور کیجئے تو اظہارِ غم کے لئے اس قسم کے حرکات خلاف فطرت نظر نہ آئیں گے۔ اس لئے اگر عزادارانِ حسینؑ اپنے مولا کی یاد سے بے چین ہو جاتے ہیں تو اس کو محبت سے تعبیر کیجئے اور جن کو اس نظریہ میں شبہ ہو وہ دور کیوں جائیں خود اپنے ہی گھر اور اپنے خاندان کا جائزہ لے کر دیکھ لیں، کسی بیوہ سے دریافت کریں، کسی یتیم سے پوچھیں اور کسی کشتۂ روزگار کے آنسوؤں میں تلاش کریں۔

لیکن صرف رونے رُلانے کو نصب العین سمجھنا یقیناً عقل انسانی کی توہین ہے میں تو یہ مشورہ دوں گا کہ آپ حسینؑ کی مجلس سال کے ۳۶۵ دن بپا کرتے رہئے اور حسینؑ کی تعلیمات دنیا کے سامنے پیش کرتے ہوئے خود بھی اسی سانچہ میں ڈھل جائیے اور دوسروں کو بھی ڈھالتے رہئے مگر تعلیماتِ حسینی کو "من گھڑت" افسانوں کی آمیزش سے پاک رکھئے

حدود شرک میں داخل نہ ہوں گے۔ آپ ایسے تعلیم یافتوں کی نیت تعزیوں کے احترام میں خواہ کچھ ہو لیکن اس کثیر طبقے کی نیتوں [illegible] تعزیوں کو دیکھئے کہ وہ تو تعزیوں کو خدا کا مظہر جانتے ہیں، دلدل کو احترام کو اسلام سمجھتے ہیں اور حسینؑ تو تعزیوں میں بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بیٹا بیٹی ان سے مانگیں گے، دولت و ثروت ان سے طلب کریں گے، صحت و سلامتی ان سے چاہیں گے اور ان کی نذر و نیاز کے لئے ساہوکار سے قرض لیں گے، ذلت اُٹھائیں گے مگر ان یادگاروں کی تواضع مقدور بھر کئے بغیر نہ رہیں گے۔

سوچنا یہ چاہئے کہ اسلام کیا ہے اور خدا کا یہ آخری پیغام کن حالتوں میں انسان کو سنایا گیا تھا، جو لوگ ان پر ایمان لائے تھے ان کا عمل کیا تھا، اسلام نام ہے صرف لا الہ الا اللہ کا، اس ایمان مستقل کا جس کے کسی بعید تر گوشہ میں بھی "غیر اللہ" کا دخل ہو سکتا ہے اور نہ ایک اصول محکم کے سوا رسم و رواج کا۔ یہ تو ایک ایسا تڑپتا ہوا شعلہ ہے جس نے رسم و رواج اور جہل و باطل کو خاک سیاہ کر کے رکھ دیا تھا۔ اسلام کا علمِ توحید اس وقت بلند کیا گیا تھا جب رسوم باطل کا ہجوم تھا۔ اور کفار تو خیر کافر تھے ہی، ان قوموں نے بھی جو اہل کتاب ہونے کا دعویٰ کرتے تھے بعض رسموں کا نام مذہب رکھ لیا تھا اور اس کو وہ اپنا "ذریعۂ نجات" تصور کرتی تھیں، اس لئے جن بزرگوں نے اسلامی خدوخال کا مشاہدہ کیا انہیں دنیا کی کوئی قوت اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکی اور ظاہر ہے کہ جب وہ خود اس پر عمل پیرا تھے تو اپنے متبعین سے بھی ان کا یہی مطالبہ ہو سکتا ہے جو اب حق خدا کی مرضی پر فنا ہو جانے کو زندگی سمجھتے تھے وہ اس کو کسی طرح گوارا کر سکتے تھے کہ کوئی ایسی رسم [illegible] اور کوئی ایسی صورت باقی [illegible] جس سے [illegible]

نقطہ پر نہایت آسانی سے آسکے گی اور آپ کے نظریہ حیات کو اچھی طرح سے سمجھ سکے گی لیکن اگر آپ تعزیہ، علم، دلدل کا سوانگ بناتے رہیں گے اور اسے اپنے کربلائی ایمان کا جزو لاینفک قرار دیں گے تو میں کیا سارے عالم کو آپ کی عقلی بے چارگی کا یقین ہو جائے گا۔

عزاداری میں بجز ایک خاموش غم کے یہ طمطراق کہاں ہوتے تھے، نہ ڈھول تاشے تھے، نہ نوبت و نقارے، نہ باجے گاجے تھے، نہ شہنائیوں کی سریلی آوازیں نہ طبل کی گھما گھمی تھی، نہ موسیقاروں کے نغمے۔ نہ کرتب دکھائے جاتے تھے اور نہ آسمان سے باتیں کرتے ہوئے علموں کو ہتھیلی پر رکھ کر اور دانتوں کا سہارا دے کر اپنی قوت کا مظاہرہ کیا جاتا تھا۔ نہ سوز خوانی میں تان سینی برتی جاتی تھی اور نہ مرثیہ خوانی میں بیجو باورے کی گٹکری لی جاتی تھی اور نہ مرثیہ نگاری کی طلسمی داستانوں سے حسینؑ کے غم کی آہ آہ کو واہ واہ میں تبدیل کیا جاتا تھا۔

دیکھنا یہ ہے کہ حسینؑ کا مقصد کیا تھا اور نتیجہ کیا نکلا۔ وہ اوہام کو مٹانے آئے تھے، ہم اس کی تجدید کر رہے ہیں۔ انہوں نے ساری یادگاروں کو چھوڑ کر تعلیم الٰہی کو سرِ دکار رکھا تھا، ہم مصنوعی یادگاروں میں پھنس کر اس کو بھلاتے جا رہے ہیں۔ وہ نانا کی تعلیم کے حامی تھے ہم غیروں کی تاشی کے بنے ہیں۔ انہوں نے خدا کی یکتائی پر جان دی تھی، ہم مصوروں کی قلم کاری پر قربان ہو رہے ہیں، وہ خدا کی صنعتوں پر عش عش کرتے تھے ہم انسانی کھلونوں پر سر دھنتے ہیں۔

آپ کہتے ہیں کہ کوئی اختلاف فرقہ بندی سمجھتا۔ کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ اگر ہم پرستش کے تمام جزئیات کسی پر صرف کر دیتے اور اس کو زبان سے خدا نہ کہیں تو کیا ہم

تلہری صاحب کے طریقۂ استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ [illegible] بت [illegible] یادگار [illegible] کو بت پرستی سے موسوم کرنا گوارا نہیں کرتے اور صرف انھیں کو بت سمجھتے ہیں جو پتھروں کے بنائے جاتے ہیں [illegible] کو معلوم ہونا چاہئے کہ بت بہت وسیع معنی رکھتا ہے [illegible] مقصود ہو [illegible] چیز ہے جو [illegible] باطل پرستی اور وحدانیت کے [illegible] پھر سب سے بڑا بت جو اسلام نے توڑا [illegible] جہل کا [illegible] توہمات کا تھا جو انسان کے دلوں میں گھر کر چکے تھے اور جنھوں نے اعتماد ذات اور [illegible] نفس کے جذبہ کو محو کر کے فطرت اور نوامیس فطرت کی طرف سے اس کو یکسر غافل بنا دیا تھا جس وقت رسول اللہ مبعوث ہوئے تو حالت یہ تھی کہ واہمہ پرستی نے انسان سے اس کی تمام صلاحیتیں سلب کر لی تھیں اور وہ عقل و تدبر سے کام لینا چھوڑ چکا تھا۔ اس کی حالت ایک ایسے جانور کی سی تھی جس کے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹا جائے [illegible] اس کو سوائے گھسٹنے کے اور کوئی چارہ نہ ہو اسلام نے انسان کے گلے سے اس رسی کو کاٹا اور بتایا کہ وہ نیابت خداوندی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور تکمیل رسالت کے [illegible] کا بدولت اس کی پاسبانی کا فرض ادا کر رہے تھے انھوں نے اس خدائی مقصد کی تکمیل میں آدمی کو انسان بنانے میں اور جہل و باطل کو حق و صداقت سے بدلنے میں اپنی زندگی اور زندگی کے سارے افکار کو ہیچ سمجھا۔

انھیں کیا معلوم تھا کہ اس حادثۂ فاجعہ کی یادگاریں اختراع کی جائیں گی جن کی الجھنوں میں پھنس کر [illegible] کو بھی چھوڑ دیا جائے گا۔ رسالت کو بھی بھلا دیا جائے گا اور جو واقعہ حضرت [illegible] کی صداقت کے ثبوت میں پیش آیا تھا اور جس نے نبوت کی تکمیل کی تھی وہ دنیا کے لئے لہو و لعب کا ایک مستقل عنوان بن جائے گا حیرت ہے کہ آپ دوسری اقوام کی ایسی یادگار [illegible] کو تو باطل پرستی [illegible] اور خود اس کے جنون [illegible] کا

میں شرک کی شکل کے دبے ہوئے جذبات اُبھر سکیں۔ اس لئے جہاں کعبہ کے بت توڑے گئے، وہاں حضرت ابراہیم کی وہ تصویر بھی جسے بت پرستانِ قریش نے حرم کے اندر لگا رکھا تھا آبِ زمزم سے دھلوا دی گئی۔ غرض یہ تھا رسالت مآبؐ کا اسوۂ حسنہ جنھوں نے رسم و رواج کو دور کیا تھا، جنھوں نے ایک خدا سے اپنا رشتہ جوڑنے کا [illegible] سکھایا تھا اور جتنی غیر اللہ کی عبادتیں تھیں ان سے منع کیا تھا اور خود اس عمل کر کے بتا دیا تھا۔

انسان فریبِ نفس میں اُلجھ کر یہ سمجھتا ہے کہ وہ خدا کو واحد جانتا ہے اس لئے یہ امور ظاہری صرف "احترام" کی حد تک ہیں یا کسی کی یاد تازہ کرنے کے لئے۔ اسے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس کے دل کی گہرائیوں میں ان ظاہری مراسم کی کس قدر جگہ ہے کہ خود "خدا" کی بھی نہیں ہے، رسول کی بھی نہیں ہے، علیؑ کی بھی نہیں ہے، حسینؑ کی بھی نہیں ہے، آپ نے اس کا مشاہدہ کیا ہوگا کہ لوگ خدا کی شریعت کے ساتھ تو "استہزاء" کرتے ہیں لیکن رسم و رواج کے ایسے پابند ہوتے ہیں اور علم و تعزیہ کے باب میں اس قدر [illegible] اہتمام کرتے ہیں کہ وہ احترام نہ خدا کا ہوتا ہے نہ رسول کا کیا یہ "وہم پرستیاں" شرک کی دوسری صورت نہیں ہیں، وہ محبت جو [illegible] ایک خدا کے لئے صرف کرنی چاہئے تھی وہ محبت جو رسالت آب کی سادہ زندگی سے ہونی چاہئے تھی، وہ محبت جو علیؑ کے فقر و فاقہ سے ہونی چاہئے تھی، وہ محبت جو حسینؑ کی مظلومیت سے ہونی چاہئے تھی، [illegible] کس کس کے نیگ لگ رہی ہے، پھر یہ دعویٰ بھی ہے کہ ہم موحد ہیں۔ کیا توحید اسی سے عبارت ہے کیا رسالت کا [illegible] کیا حسینؑ کی [illegible] کسی طرح آنسو بہاتے ہیں [illegible] تو [illegible] فریبِ نفس سمجھتا ہوں جس نے مذہب کی حقیقی روح کو محو کر کے رسم [illegible] کی بھول بھلیوں میں [illegible] دیا ہے کہ [illegible] ان سے نکلنے تو نکلنے۔

کسی طرح درست نہیں سمجھ سکتا۔ شعائر اللہ کی نسبت تو اللہ سے ہے کیا اسلام نے کسی اور سے نسبت کی اجازت دی ہے اور کیا اس کے خلاف قرآن کی نصوص موجود نہیں ہیں کہ سوا خدا کے اور کسی سے نسبت نہ دی جائے تو پھر کسی انسان سے یہاں تک کہ خود آنحضرت کی ذات سے کسی چیز کو منسوب کرکے اس کا احترام اسلامی ایمان و ایقان کے نزدیک تو جائز نہیں ہو سکتا، البتہ میں اور آپ اپنے جذبۂ سریع الاعتقادی کی تسکین کیلئے جو چاہے کرتے پھریں۔

طاہری صاحب کی یہ بحث بھی میں نہ سمجھ سکا جو انھوں نے احترام اور عبادت کے متعلق پیش کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ:

"جب تک کسی کے متعلق خدا ہونے کا تخیل نہ ہو اس کی عبادت غیر اللہ بت پرستی کی حدود میں نہ آئے گی۔"

بات تو خوب ہے ع صلائے عام ہے یاراں نکتہ داں کے لئے

اب جو لوگ بتوں کے سامنے جھکتے ہیں اور یہ سمجھ کر جھکتے ہیں کہ وہ ان کے معبود نہیں بلکہ ان کی تمثیلیں ہیں تو کیا انھیں آزادی ہے کہ اپنے اس عمل کو ذریعۂ نجات سمجھیں اور اسلام کے دعوئ توحید کی اس "طاہری توضیح" سے مطمئن ہو جائیں، کیونکہ میرے علم میں ایسے بہت سے انسان ہیں جو بتوں کو بت ہی سمجھتے ہیں اور خدا کا مادی تخیل پیدا کرنے کے لئے انھوں نے یہ تمثیلیں بنا لی ہیں اور وہ انھیں حقیقی معبود نہیں جانتے۔

دیکھئے رسم و رواج کی گرفت نے ایک پڑھے لکھے انسان کو محض رسوم کی بقا کیلئے کن دلائل کے صرف کرنے پر آمادہ کر دیا اور وہ یہ نہیں سمجھ سکا ہے کہ اس طرح اصل مذہب کی جڑوں پر "تیشہ" چلایا جا رہا ہے طاہری صاحب! یہ محض مغالطۂ ذہنی اور فریب نفس ہے

زور لگا دیں سے
مگر مومنوں پر کھلی ہیں یہ راہیں پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

تعجب پر تعجب ہے کہ شعائر اللہ کی آیت ان یادگاروں کے مقابلہ میں پیش کی گئی ہے جن کو ہم نے رواج دیا ہے، وہ پہاڑیاں ہوں یا قربانی کے جانور یا اس کے سوا اور کچھ ان کا احترام اس لئے کیا جاتا ہے کہ خدا کا حکم ہے اور اس کی تعمیل خود پیغمبر اسلام نے کی تمام ائمہ نے کی، میں نے اس کی تفسیر شیعی نقطۂ نظر سے بھی دیکھی اور کافی کے حوالہ سے جناب امام جعفر صادق کا ارشاد بھی دیکھا مگر اس کا تعلق صرف ان مخصوص نشانیوں سے ہے جن کو آیات قرآنی میں بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ مسلم ہے کہ تعزیہ وعلم وغیرہ اس زمانہ کی چیزیں نہیں ہیں لیکن جائز مراسم عزا (مجالس) اس وقت بھی ادا ہوتے تھے اور علم کو کون نہیں جانتا تھا جو عام طور پر محاربات میں قومی امتیاز کے لئے رکھا جاتا ہے، اگر اس کی نقل جزو عزاداری ہوتی اور اس کا احترام منجملہ شعائر اللہ سمجھا جاتا تو امام جعفر صادق کی حقیقت شناس نظر کبھی نہ چوکتی، اگر اس سے بھی قطع نظر کر لی جائے تو کافی میں کسی دوسرے امام کا ارشاد ضرور نظر آتا کوئی تو کہتا کہ میدان کربلا کے واقعات کو تازہ کرنے کے لئے ہر سال اس علم کی نقل کی جائے جو میدان کربلا میں عباس علمدار کے دست حق پرست نے اٹھایا تھا اور پھر اس نقل کو ڈھول تاشوں اور نئی نئی قسم کے سوانگوں کے ساتھ گلی گلی پھرایا جائے۔ مگر یہ کیسے ہوتا۔ یہ اجتہاد تو اس زمانے کے لئے اٹھ رہا تھا۔

آپ ہی بتائیے اعلائے شہادت کے لئے کسی امام نے ایسی رسمیں جائز بھی سمجھیں اور اپنے متبعین کو ان کے اختیار کرنے کی کوئی تعلیم دی تھی، اگر نہیں دی تھی تو پھر ان کو شعائر اللہ سمجھ کر ان کا احترام مطالب قرآنی کی ایک ایسی تاویل ہے جسے کوئی مسلمان

بھی نہ آسکے۔ کیا آپ اس کا کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہیں کہ کسی موسیٰ نے کسی ابراہیم کا احترام کبھی یادگار کے قیام سے کیا ہو یا کسی کا کسی کو سجدہ کرنا جائز سمجھا ہو، سجدۂ تعظیمی ہی ہی اگر پ نہ ہوتا، تو سب سے پہلے خدا کے وہ بندے جو بنائے ایمان ویقین ہیں لائق سجدہ تسلیم کئے جاتے، علیؑ رسول کو سجدہ کرتے، اور علی کی اولاد علی کو سجدہ کرتی اور ائمہ کو ان کے متبعین۔

اسی طرح آپ قربانی کو ظلم وستم ٹھہراتے ہیں۔ میرے نزدیک تو یہ استدلال ... قوم کا ہو سکتا ہے جو حیات انسانی کی مبادیات پر بھی نظر نہیں رکھتیں۔ اگر قربانی بظاہر انسان کا ظلم وستم تسلیم کیا جائے تو پھر اس کا سانس لینا بھی ظلم ہے اس کا حرکت کرنا بھی ظلم ہے جبکہ وہ اپنی ہر سانس اور ہر جنبش میں بے شمار ذی روح کو فنا کے گھاٹ اتارتا رہتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ کون نہیں جانتا کہ انسان اس کائنات میں "اشرف المخلوقات" ہے اور ہر چیز اس کی ضرورت کے لئے پیدا کی گئی ہے اور اگر وہ ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے تو یہ ظلم نہیں بلکہ اس کا فطری حق ہے، ایسی اقوام جو جانوروں کا گوشت کھانا برا سمجھتی ہیں وہ بھی ان سے فائدہ اٹھائے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ کم سے کم ان کے بچوں کا فطری حق (دودھ) چھین کر اپنی ضرورت کی تکمیل کرتی ہیں۔

- اب رہ گیا خانۂ کعبہ کا معاملہ سو وہ بھی ہر مسلمان کی نظر میں مٹی اور پتھر ہی کی عمارت ہے یہی حال حجر اسود کا ہے، آپ نے کبھی نہ سنا ہوگا کہ کسی عامی سے عامی مسلمان نے بھی کعبہ سے اپنی کوئی حاجت طلب کی ہو یا حجر اسود سے کوئی التجا کی ہو، بوسہ اس کو اس لئے تعظیماً دیا جاتا ہے کہ جناب رسالت مآب نے دیا تھا۔

حیران ہوں کہ یہ استدلال زمانہ اسی طرح ... کہ ... ، کیا مرورِ ایام

ورنہ غیر اللہ کی پرستش خواہ کسی عقیدہ کے ماتحت کی جائے شعائر اسلامی میں اس کا شمار کسی حالت میں نہیں ہو سکتا۔ یہ سجدۂ تعظیمی کا ڈھونگ ان لوگوں نے چھیڑ رکھا ہے جو اپنے دست بازو سے ۔۔۔ اپنی کمائی نہیں کھاتے اور اس کو ۔۔۔ اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ سمجھتے ہیں۔

آپ اس سجدے کا ذکر کرتے ہیں جو آدم کے پتلے کو فرشتوں نے خدائی احکام کی بنا پر کیا تھا اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ اگر غیر اللہ کو سجدہ جائز نہ ہوتا تو خود اللہ حکم نہ دیتا، آپ نے کبھی سجدے کی علت غائی پر بھی غور کیا ہے۔ سجدہ اصل میں وہ حرکت ہے جو انتہائی عجز و بندگی کے اظہار کے لئے کی جاتی ہے پھر کیا آپ اسے گوارا کریں گے کہ انسان جو اشرف خلائق ہے، جسے نیابت ربانی کا شرف حاصل ہے وہ اپنی ہی جنس کے سامنے ایسے تذلل اور عاجزی کا اعادہ کرے یہی وجہ ہے کہ ایسا اظہار عبودیت صرف خدا کے حضور میں جائز سمجھا گیا ہے۔ اور کسی بڑی ہستی کے لئے نہ جائز ہے اور نہ گوارا وہ سجدہ جو شیطان کو آدم کے حضور میں کرنے کے لئے حکم دیا گیا تھا محض انسانی شرافت کے اعتراف کے لئے تھا، اور خلیفۃ الارض کے مرتبۂ بلند کو ظاہر کرنے کے لئے اس سجدہ کا یہ مقصد نہ تھا کہ انسان، انسان کو حتیٰ کہ مٹی و پتھر کو، لکڑی اور کپڑے کو سجدہ کرنے لگے اور اس لئے کرنے لگے کہ اس سے صرف احترام مقصود ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو جناب ابراہیم کی فرضی تصویر کے نقوش پانی سے نہ دھلوائے جاتے۔ دیواروں پر ذی روح کی تصویروں کے نقش و نگار کی ممانعت نہ کی جاتی۔ احترام اور عبادت کی حدیں بہت قریب قریب ہیں اس لئے اسلام نے سلام کے موقع پر بھی جھکنے کی رسم کو بدعت سمجھا اور ایک ایسا طریقہ بتا دیا جس میں جھکنا تو ایک طرف گردن بھی معمولی سا خم

خواب کنی و آمش را حوا داری بگذاری ؟

یہ الفاظ اس کی زبان سے ادا ہو رہے ہیں جو رموزِ قرآنی سمجھتا ہے، جو محمدؐ کی پیغمبرانہ زندگی کو جانتا ہے اور جو ائمۂ اہل بیت کے اسوۂ حسنہ کو پہچانتا ہے۔ الفاظ کا تلخ لہجہ پکار رہا ہے کہ "تعزیہ آں حضرت" میں جو "خارج از دین" امور شامل ہو گئے ہیں ان پر اس کا مجتہدانہ ایمان کس قدر بے چین ہو گیا ہے اور آخر کار یہ بخت کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس نکال ہی لی۔ پھر یہی نہیں کہ "مفیقہ زدن" اور "غنا خواندن" (جو ہماری مجلس غم کی آہ آہ کے لئے نہیں بلکہ واہ واہ کے لئے نہایت ضروری اجزاء ہیں) کو خارج از دین سمجھا ہو بلکہ "امثال اینہا" کو بھی آدابِ دینی کے خلاف قرار دیتا ہے۔ "و امثال اینہا" میں تمام ان "بدعات" کو سمیٹ لیا گیا ہے جس میں ہندوستان کی خود ساختہ یادگاریں بھی شامل ہیں، خدا لگتی کہئے کیا جناب شوستری کا یہ اجتہاد ہماری یادگار پرستی کے لحاظ سے تازیانۂ عبرت کا حکم نہیں رکھتا؟ جناب شوستری نے اگر ہندوستان کی "ہندوانہ عزاداری" کا تماشا دیکھا ہوتا تو نہ جانے ان کی زبان سے کیا نکل جاتا۔ وہ تو اس سرزمین میں پیدا ہوئے تھے جہاں کے بلند تخیلات کا دنیا لوہا مانے ہوئے ہے مگر ان کی بلند خیالی ہندی تعزیوں کی صنعت تک نہ پہنچ سکی، ایرانی گھوڑوں کو "دلدل" یا "ذوالجناح" نہ بنا سکی، تابوت اپنے کاندھوں پر نہ اٹھا سکی، صرف "مفیقہ ... پر قناعت کر کے رہ گئی۔ اگر جناب شوستری زحمتِ سفر اٹھاتے تو ہندی مسلمانوں کی ان عجوبہ پرستیاں کو دیکھ کر نہ جانے اپنے تاثرات کن الفاظ میں چھوڑ جاتے جبکہ ایرانیوں کی بعض خارج از دین فرو گذاشتوں پر وہ یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ:۔

"آنحضرت برائے حیائے دین خبیہ شد تو خوشی ... را خواب کنی و آمش را

اسی طرح ذہنیتوں میں انقلاب پیدا کر دیتا ہے اور کیا سیلِ حوادث اسی طرح ایمانوں کو بہالے جاتا ہے۔ ذبح عظیم کا نتیجۂ فطری یہاں تک درست ہے جس پر حسین کے رفقا اور ان کے متبعین مجبور تھے سوگ منانے کے لئے، ماتم کرنے کے لئے اور ان کے مصائب کا ذکر کر کے رونے کے لئے اور ظاہر ہے کہ جب تک ان میں کا ایک بھی بقید حیات رہے گا وہ کربلا کے شہیدِ اعظم کو یاد کرتا رہے گا، ان کے مصائب پر دل تنگ ہوگا۔ ان کے عزم و ثبات کو اپنا سرمایۂ زندگی قرار دے گا اور ان کی صداقت اور حمایت دینی پر فخر کرے گا لیکن عزاداری کے ساتھ ان "یادگاروں" کا ذکر کرنا میرے ایمان کے نزدیک تو حسینؑ کی شہادت کا مقصد ہی فوت کر دیتا ہے، آپ ہی بتائیے کہ کیا ان رسموں کو تعلیمات حسینی سے کوئی دور کا بھی تعلق ہو سکتا ہے۔

دیکھئے شیخ جعفر شوستری جو آپ کے نائب امام ہیں، جو نجف اشرف میں مجتہد اعظم گذرے ہیں وہ اس قسم کے اوہام و افکار کے متعلق کیا فرماتے ہیں "مجلہ حسینی" کو تو آپ جن الفاظ میں چاہے یاد کر لیں مگر اپنے نائب امامؒ کے اس اجتہاد کو دیکھ کر کیا فرمائیںگے کیونکہ ان کے ارشادات، ضربات حیدری کا حکم رکھتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ :۔

"دین شیعہ در دست عوام افتادہ است۔ کارہائے کہ خلافِ دین است از دین کردہ اند بخصوص بعض چیزہائے کہ متعلق است بحضرت سید الشہداء علیہ السلام آں مظلوم شہید شد برائے دین۔ حالا بعض چیزہائے کہ خارج از دین است مثلاً صفیقہ زدن و غنا خواندن و امثال اینہا را داخل در تعزیۂ آں حضرت می کنند و اسمش را عزاداری می گذارند۔ اے بدبخت ایں قسم چیزہا ضربت زدن بر آں حضرت است آں حضرت ۔۔۔ شہید شد تو خواہی دین را

توحید حقہ ہے، کیا اسی کا نام غیر اللہ کی نفی ہے اور کیا یہی مفہوم ہے لا الٰہ الا اللہ کا۔ خدارا بتائیے کہ پھر وہ کون سی خدائی صفات باقی رہ گئی ہیں جنھیں ان سے منسوب نہیں کیا جاتا۔

آپ ان کو اس لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ ان سے کربلا کے حسینؑ کی تعلیمات تازہ ہوتی رہتی ہیں، عباس علمدار کی شہامت کے نقوش ابھر آتے ہیں اور ان ۷۲ نفوس کی بے پناہ طاقتوں کا اندازہ ہوتا ہے جنھوں نے راہِ حق میں قربانی ادا کی تھی لیکن کیا ان عدیم المثال حق پرستی، اس ہمت آزما سربازی اور اس بیباکانہ صداقت ایمانی کا مفہوم یہ تھا کہ بعد کی نسلیں اُسے تو چھوڑ دیں جس کی رضا جس کی خوشنودی کے لئے جس کی عبادت میں یہ سب کچھ پیش آیا تھا اور خود اس واقعہ کی جاہلانہ رسمیں وضع کرکے انھیں خانۂ کعبہ کی طرح محترم، حجر اسود کی طرح مکرم اور قربانی کی طرح فرض جان لیں اور اگر کوئی جنبش لب کا بھی مجرم ہو تو نتھنے پھلا لیں۔ گردنوں کی رگیں اُبھار لیں، غصہ کی حالت طاری کرلیں اور زبان پر جو بھی آئے بک جائیں۔ یہ مسئلہ تیوریوں پر بل ڈالنے کا نہیں ہے۔ برہمی کے اظہار کا نہیں ہے، خود رائی اور خود ستائی کا نہیں ہے بلکہ ٹھنڈے دل سے سوچنے کا ہے۔ اطمینان سے غور و فکر کرنے کا ہے اور یکسوئی کے ساتھ کان لگا کر سننے کا ہے تاکہ صراطِ مستقیم پر مسلمان چل سکیں اور توحید کے نعرے لگا سکیں۔ رسالت کے قرار پر ان کی روح وجد کر سکے عمل کے زہد و تقویٰ پر عمل کر سکے اور حسینؑ کی شہادت سے حقیقی سبق لے سکے۔

آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان کی ۷۰ کروڑ کی آبادی میں صرف تین ... کا بڑے ... شمار ہوتا ہے ۲۲ کروڑ کے قریب چاہے جس میں جو ... بھی نہیں ہیں ۲ کروڑ میں مسلمان صرف ۲ کروڑ ... ہندوستان کی دیگر اقوام میں تعلیم سے بہت پیچھے

عزاداری یگذاری:

ایرانیوں سے گنگا جمنی کب پیا تھا؟ انھوں نے گومتی کے کنارے اشنان کب کیا تھا؟ تو تزرت کے ساحلوں پر خون بہاتے تھے انھوں نے تو نیبر رکن آباد کے دامن میں "اللہ اکبر" کے نعرے لگائے تھے اور سنئے تفسیر عمدۃ البیان کے مصنف جناب مولوی عمار علی صاحب بھی فرماتے ہیں کہ:-

"تعزیوں پر محتاج لوگ اپنے احتیاج کی عرضیاں باندھتے ہیں یا کاغذ کی روٹی کتر کر باندھتے ہیں اس عزت سے کہ میری آسودگی اور فراغت ہو گی تو میں چاندی کی روٹی گھڑوا کر تعزیہ پر چڑھاؤں گا یا کاغذ کا لڑکا کتر کر تعزیہ پر باندھتے ہیں اس ارادہ سے کہ اگر ہمارے بیٹا پیدا ہوگا تو ہم چاندی کا لڑکا گھڑوا کر تعزیہ پر چڑھائیں گے۔ اول تو یہ کہ یہ تصویر انسانی ہے اور تصویر کے بنانے سے اجتناب لازم ہے اور سوائے اس کے حاجت کا طلب کرنا پروردگار سے چاہئے کہ قاضی الحاجات ہے نہ غیر اس کا اور بعضے جہلا جو تعزیہ کو سجدہ کرتے ہیں، یہ طریقہ کفار اور مشرکین کا ہے اس سے پرہیز کرنا واجب ہے اور تعزیہ وعلم پر زیارت کا پڑھنا [illegible] منہ کر کے زیارت پڑھے تو مضائقہ نہیں ہے۔"

ملاحظہ فرمایئے اور [illegible] کو کھلی ہوئی آنکھوں سے دیکھئے، یہ شیعہ عالم ہیں اور صحیح ایمان رکھتے ہیں انھوں نے جب سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تب تفسیر کے سلسلہ میں اس کو ظاہر کئے بغیر نہ رہ سکے کیا یہ [illegible] نہیں ہے کہ جو لوگ تعزیوں کی زیارت کو آتے ہیں ان کے دلوں میں نئی نئی منتوں کا ایک سیلاب امنڈا ہوتا ہے اور وہ کون سی خوشی اور خوش حالی نہیں ہے جو ان کے سامنے [illegible] بطلب نہیں کی جاتی۔ پھر کیا یہی

کی خرابی میں مزید تقویت پہنچائی تھی۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر یہی مجنونانہ ذہنیت بڑھتی رہی تو شاید شمر کا وہ خنجر جو حسین کے حلقوم پر چلا تھا اور یزید پلید ناپاک کا وہ بید جس سے اس نے دندان مبارک کے ساتھ گستاخی کی تھی قابل احترام سمجھا جانے لگے۔

یہی تو وہ غلط اوہام ہیں جن سے عوام کی ذہنیتیں تباہ ہو رہی ہیں اور روح انہیں کی پرستاری میں کھوئے ہوئے ہیں۔ اس سے ان کو نکالئے۔ اس سے ان کو بچائیے۔ شجاعت کے میدان کا مرد بنائیے۔ صبر و رضا کی تلقین کیجئے، استقامت کا درس دیجئے توحید کا پرستار بنائیے، سنت رسول پر عمل کرائیے، علی کی صداقت پر چلائیے، حسین کی شہادت کے راز بتائیے اور ان کو انسانیت کا جامہ پہنا کر زندہ رہنے کی توفیق حاصل کرنے دیجئے۔

تلہری صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

"ان چیزوں کو (تعزیہ، علم، دلدل اور تابوت وغیرہ) ان کے جدید ہونے کی وجہ سے قبیح نہیں ثابت کیا جا سکتا۔ ہر نئی چیز کو بدعت کے ماتحت لے کر حرام قرار دینا وہ فرسودہ عنوان استدلال ہے جس کو حکیمانہ تجدد پسندی ایک لمحہ کے لئے بھی روا نہیں رکھ سکتی۔"

اگر تعزیہ، علم، دلدل، ذوالجناح اور تابوت یا اور کسی نوع کی یادگاروں کے ذریعہ سے ائمہ اہل بیت نے اپنے اب وجد کی یاد تازہ کی تھی اور بغیر اس کے ان کے سامنے کربلا کے مصائب آ ہی نہیں سکتے تھے تو آپ بھی ایسا ضرور کیجئے مگر میں جانتا ہوں اور ایمان و یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ ان خرافات سے نبوت کے گھرانے والوں کا دامن بالکل [illegible] عقیدت [illegible] نہ کر سکتے تھے [illegible] ایسے [illegible] کے خدا شناس

ہے ... فی ہزار ہیں۔ ۳ کروڑ میں پڑھے لکھے مسلمانوں کا تناسب دال میں نمک سے سے زیادہ نہ ہوگا۔ ایسی قوم میں جن کو نماز نہیں آتی جو قرآن نہیں سمجھتی جو نہ رسول سے واقف ہے نہ علی کو پہچانتی ہے [illegible] نہ حسین کو جانتی ہے۔ اب جب ان بزرگوں کے نام سے ایسی یادگاریں قائم کریں گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ حضرت موسیٰ کے گوسالہ پرستوں کی طرح وہ انھیں یادگاروں کے ہو کر رہ جائیں گے۔ انھیں کو وہ اپنا حاجت روا سمجھیں گے اور انھیں کو وہ اپنا ماویٰ و ملجا۔ ان کی عقلیں "موجود" کی پرستش کریں گی اور "غائب" کا تو تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ یہی عوام کی ذہنیت ہے جس کو آپ ایسے تعلیم یافتوں کے عمل نے اور پائدار کر دیا ہے۔ یہ ایسا افسوسناک عمل ہے جس پر پیغمبر کی رسالت، علی کی امامت اور حسین کی شہادت ماتم نہ کرے تو کیا کرے۔ میرے اس بیان کے ثبوت میں نمایش و جبروت کے وہ مظاہرات ہیں جو محرم کے زمانے میں تعزیوں، دلدلوں اور علموں کے سامنے پیش آتے ہیں اور آپ چاہے زبان سے نہ کہیں لیکن قلب اعتراف کرتا ہوگا اور ضمیر گواہی دیتا ہوگا کہ اس سے بڑھ کر اور کون سی بدعت ہو سکتی ہے جس کو آپ یادگار کہتے ہیں اور میں اصنام پرستی سے تعبیر کرتا ہوں۔ کیا یہی وہ اخلاقی اور افادی اہمیت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ طبری صاحب مجھے حیرت ہے کہ آپ ان مشاہدات کو لفظوں کے حجاب میں گم کر دینا چاہتے ہیں جنھیں ہندوستان کا بچہ بچہ سمجھتا ہے۔

حیدرآباد دکن میں اس قسم کے رسوم منانے میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ امام زین العابدین کی بھی تمثیل بنائی جاتی ہے اور کربلا کے علمدار کے نام سے جو علم اٹھایا جاتا ہے اس سے ملتجیانہ سرگوشیاں بھی کی جاتی ہیں [illegible] سی طوق کے آہنی ٹکڑے کا بھی احترام کیا جاتا ہے جسے یزید ملعون نے پہنایا۔ کربلا کے گھوڑے مبارک [illegible] ابھی تا ثبت

لیکن آپ اسے نہیں سوچتے کہ آپ اسلام کے بنیادی اصول پہ ضرب لگا رہے ہیں [illegible] بالغیب کو "ہدایت و تقویٰ" کی شرطِ اول قرار دیتا ہے۔ ادیانِ [illegible] در تمثیلات سے کام لینے کا اصول اقوامِ باطل کا وضع کیا" [illegible] واصنام کے ذریعہ [illegible] عظمت و جلالت کا یقین نہیں کر سکتے، آپ نے قرآن پڑھا ہوگا اور آپ جانتے ہوں گے کہ خدائے تعالیٰ نے کس کس عنوان سے ایسے اوہام کی بیخ کنی کی ہے [illegible] ایسا نہ ہو تو پھر ضرورت ہوگی کہ رسول، ائمہ، اور انبیائے سابق، فرشتوں اور خدا سب کی یادگار اور تمثیلیں بنائی جائیں تاکہ ان کا مادی تصور ہماری آنکھوں کے سامنے آتا رہے اور اس طرح ہم انھیں یاد رکھ سکیں۔

اہلِ ایران نے بھی ان ڈراموں اور تمثیلوں کا یہی مفہوم رکھا تھا کہ شہادتِ حسین کا مادی پہلو نگاہوں کے سامنے آتا رہے اور اس سے دبے ہوئے جذبات اُبھرتے چلے جائیں لیکن پھر علامہ شوستری نے اس پر کیوں تنبیہ ضروری سمجھی اور کیوں اسے خلافِ دین کہا، کیا اس کو سمجھنے کی ضرورت نہیں؟

طاہری صاحب! یہ کوئی بڑا دقیق مسئلہ نہیں ہے جس طرح ذاتِ [illegible] تصویر و تمثیل سے بہت بلند ہے اور اس کی کوئی [illegible] تشبیہ پیدا نہیں کی جا سکتی اس طرح شرعِ اسلامی کسی مرسل اور کسی نبی اور امام کی تشبیہ کی اجازت نہیں دے سکتی ورنہ [illegible] فنِ تمثیل کے قدیم جذباتِ انسانی [illegible] دماغ میں جگا دیں [illegible] لہو و لعب [illegible] غیر اللہ کی عبادت و احترام کی جانب پھیر دیں یہی وجہ ہے کہ ائمہ [illegible] جانتے ہیں [illegible] شوستری ایسے علما و مجتہد نے بھی ایسے مظاہرات کو کبھی [illegible] ہمیشہ [illegible]

دماغوں میں کسی وقت آ سکتے تھے۔ وہ تو خدا کو اپنا معبود سمجھتے تھے پیغمبر کی سنت پر چلتے تھے، علی کا اتباع کرتے تھے، اور حسین کی پیروی سے دنیا کو حق وصداقت کا درس دیتے تھے، یہ تو ہمارے ناقص دماغوں کی پیداواریں ہیں جن کو دوسری اقوام کی جاہلانہ رسموں سے اخذ کیا گیا ہے اور جب یہ نوایجادرسمیں آپ کو بھی تسلیم ہیں تو آپ کو ان شیطانی کھیلوں میں مبتلا رہنا مبارک ہو۔ جو حسینی ہوگا اور حسین کی صداقت پر ایمان رکھتا ہوگا وہ کبھی ان یادگاروں کو سامنے رکھ کر ایسے ایمان پیکر آقا کی یاد کو تازہ نہیں کرسکتا اور نہ کربلا کے مصائب کا تصوّر کرسکتا ہے، اس کو کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہے جس طرح وہ نماز ادا کرتے وقت صرف خدا کا تخیل بغیر کسی تمثیل کے اپنے دماغ میں پیدا کرلیتا ہے اور نماز کے علاوہ بھی وہ ہر وقت اس کو حاضر وناظر سمجھتا ہے، اسی طرح وہ حسین کی تعلیمات کو بغیر تعزیہ کے، بغیر دلدل کے، بغیر تابوت کے بغیر علم کے یاد رکھ سکتا ہے۔

دنیا قرآن پاک کی تلاوت کرتی ہے، فقہ وحدیث کا درس لیتی ہے اور اس کے رموز واسرار پر غور کرتی ہے لیکن نہ اول الذکر تعلیم کے لئے خدا آپ کے سامنے بیٹھا رہتا ہے اور نہ ثانی الذکر کی تکمیل کے موقع پر رسالت مآب ہی موجود رہتے ہیں، ان تعلیمات کو آپ اپنے ایمان ویقین کی بنا پر خدا ورسول کی تعلیم سمجھتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں اسی طرح حسین کی شہادت کے وہ واقعات بھی ہر وقت آپ کے سامنے رہ سکتے ہیں جو کربلا میں پیش آئے تھے، انھیں واقعات کے سامنے رکھنے پر رشد وہدایت کی تھی وہ یہی دوسو سال قبل بھی ہمارے بزرگوں کا شعار تھا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ۔

شہادت حسین کا واقعہ مختلف مذہبی [illegible]

مخوالدماغی کے بھی علامات ہیں اور مذہب سے واقفیت کے بھی آثار ہیں۔

تلہری صاحب ہوں یا فوق صاحب یا اور قدامت پسند حضرات اگر وہ اب نہیں سمجھیں گے تو زمانہ ان کو نہیں تو ان کی نسلوں کو سمجھا دے گا جبکہ یہی تو ایجاد رسمیں ہم کو بڑی حد تک تباہ کر چکیں گی۔ ہمارے شیرازۂ ملی کو منتشر کر چکیں گی اور ہم کو حقیقی مذہب سے بہت دور پہنچا چکیں گی۔ آپ نہ مانئے میرا کوئی ہرج نہیں مگر یہ یاد رکھیں جس کے اسم گرامی سے موسوم کی جاتی ہیں ان کی بزرگی کی تو ہین نہ کیجئے ان کی شخصیت کو ان مہملات سے کمزور نہ بنائیے، ان کی تعلیمات کو ان سے رسوا و بدنام نہ کیجئے۔

تلہری صاحب نے ڈاکٹر امبیڈکر کا ذکر کر کے میرے زخموں پر نمک چھڑکنے کی کوشش کی ہے مگر اس درد کے کھٹک کو تلہری صاحب کیوں کر محسوس کر سکتے ہیں جو اپنے "حال" پر کسی "غیر" کی نکتہ چینی سے پیدا ہوتی ہے۔ ان کو اپنی "پندار دینی" سے اتنی فرصت کہاں کہ وہ دنیا کی کسی ناصحانہ عیب چینی کا اثر لے سکیں۔ وہ تو اپنے عیبوں کو صواب سمجھتے ہیں اور اپنے گناہوں کو نیکیاں خیال کرتے ہیں۔ غالب غریب کو کیا خبر تھی کہ ایک وقت ایسا آنیوالا ہے جب "ترک رسوم کے بجائے" "پابندی رسوم" "موحدین کا طرۂ امتیاز ہوگی" ورنہ وہ کبھی نہ کہتا ع

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم

بہرحال امبیڈکر کہے یا کوئی اور، بات تلخ ہو یا شیریں، ہمارے مسلمات کے موافق ہو یا مخالف اگر حق ہے تو ہمیں اس "خطرناک بھول" پڑھانے کے بجائے "صلاح" کی طرف مائل ہونا چاہئے ورنہ یاد رکھئے کہ اندھی تقلید ہمارے لئے زہر کا کام کرے گی

میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں یہ میرا مضمون بالکل آخری ہوگا کیونکہ یہ فرائض تو علمائے کرام کے ہیں کہ وہ پنے پیروؤں کو توحید کے سبق پڑھائیں رسالت کا تسرار

کے خلاف سمجھا ہے۔

غرض یہ کہ گورکھ دھندے میں ہم کچھ اس طرح پھنسا دئے گئے ہیں اور ہمارے دل کی گہرائیوں میں وہ تمام بدعتیوں نے کچھ ایسی جگہ لے لی ہے کہ نہ کسی کے سمجھانے سے باز آنے کے لئے تیار ہوتے ہیں اور نہ اُن پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے تو یہ اندیشہ ہے کہ کہیں یہ تجدد پسندانہ ذہنیت ایمان بالغیب کا بھی خاتمہ نہ کر دے، کیونکہ توحید و رسالت عبارت ہے ایمان بالغیب سے۔ تجدد پسندی اور علم کلام تو نتیجہ ہے اس یونانی فلسفہ کا جس کی متلاطم ہواؤں نے بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگا دئے ہیں۔ اسی نے مذہب کو خدا اور رسول سے ہٹا کر دنیا کی نذر کر دیا، اسلام کے سیدھے سادے مسائل علم کلام کی بھول بھلیوں میں پھنس کر نہ جانے کیا سے کیا ہو گئے۔

تلہری صاحب اگر حکیمانہ تجدد پسندی کا یہی عالم رہا تو مجھے یقین ہے کہ اصول و اساس مذہب کی بھی چولیں ڈھیلی ہو کر رہ جائیں گی اور خدائی تعلیم کا نہ جانے کیا حشر ہوگا۔ یاد رکھئے کہ حکیمانہ تجدد پسندی مذہب کے اصول محکم کے سامنے جہل ہے اور ایسا جہل جو دو صدی سے ہماری عزاداری کو باطل قوموں کی واہمہ پرستیوں سے ملا رہا ہے اس لئے توحید و رسالت کو صرف قرآن میں تلاش کیجئے اور امت کو رسالت کی آغوش میں کھیلتا دیکھئے۔

اس کے علاوہ حکیمانہ تجدد پسندی اگر کوئی چیز ہے تو اس کے نتائج یہ ہونے چاہئیں کہ جو خلاف مذہب رسم و رواج مذہب حقہ کے خد و خال کو بگاڑ رہے ہیں ان کو چھانٹا جائے نہ یہ کہ ان کے قیام و بقا پر اصرار کیا جائے۔ یقین کیجئے کہ یہ اوہام وطنی فضا سے متاثر ہو کر پہلے رسماً اختیار کئے گئے تھے اور اب جزو مذہب سمجھ لئے گئے ہیں تو کیا

کرائیں اور حسینؑ کی شہادت کے راز بتائیں۔ سیدھے رستہ پر چلائیں اور اوہام با
سے بچائیں۔ رسم و رواج سے چھڑائیں اور خدا کا وہ سجدہ کرائیں جو رسول نے کیا تھا
جس کو علی کی مومیت نے بتایا تھا، جس کو حسین کی آخری [illegible] باطل پرستوں پر ظاہر کر
تھا، غور کیجیے کہ آخری وقت بھی حسین کے سامنے صرف "خدا" ہی خدا تھا۔ نہ علی اصغر کی ننھی
قربانی حق سے ہٹا سکی اور نہ شبیہہ پیغمبرؐ کی جوانا مرگی "قلب کو پلٹ سکی! اور نہ قوت بازو" کی
مردانہ موت ایمان کامل میں کوئی تغیر پیدا کر سکی۔ دنیا کو سمجھا دیا۔ یزیدیوں کو دکھا دیا کہ خدا
کی راہ میں اس طرح جان دیتے ہیں:

یقین کیجیے کہ ہمارا جو عمل اس تعلیمات کے خلاف ہو رہا ہے اس کو ایمان والے "جگ ہنسائی" سمجھ کر کڑھ رہے ہیں اور دعا کر رہے ہیں کہ خدا ہی ان بھٹکی ہوئی بھیڑوں کو صحیح رستہ پر لگائے۔

(کتبہ عبدالحق اکبرآبادی)